

بیادگار علی حضرت زبدۃ العارفین جامع النشیرین والطریقین شیخ المشائخ مولانا محمد ذاکر مٹا
بگوی نور اللہ مقدمہ جاری کیا گیا

بسمہ پرستی و نگرانی حضرت زبدۃ العارفین امام السالکین مخدوم العالم مولانا الحاج
آلحافظ ضیاء الملتہ والدین خواجہ محمد ضیاء الدین ادام اللہ علیہم زین
ہر اسے سند سیال شریف

علی اخلاقی و صوفیانہ مضامین کا

ماہواری رسالہ شمس کی اسلام

جوہر راہ کی ہار کو سرگودھا پنجاب سے شائع ہوتا ہے
ڈیپٹ

شیخ عبد المعز صاحب

چند سالانہ معاونین و رؤسا سے ہر شائقین سے عا طلبہ عا
چندہ ہمیشہ بدلیہ منی آرڈر آنا چاہئے بدلیہ وی پی آر فوادہ خرچ ہوئیں

انتہر پریس سرگودھا پاک بنبرہا میں باہتمام شیخ عبد المعز صاحبی پرنٹر و پبلشر صاحب کر
دفتر رسالہ شمس الاسلام سرگودھا سے شائع ہوا

ڈاکٹر سید محمد تقی نقوی سرگودھا

رسالہ
اہم ضرورت پوری ہو گئی

شہر سرگودھا بلاک نمبر ۶ کچہری بازار کے چ
میں اعلیٰ پائیدار اور عمدہ گھڑیوں کی
دوکان کھل گئی ہے

مسلمانان ضلع کے لئے یہ نہایت غنیمت
ہے اس دوکان پر ہر قسم کی گھڑیاں فرو
اور مرمت ہوتی ہیں۔

ولیت اینڈ واپح کا تازہ مال منگوایا گیا

شاہیقین کے لئے آزمائش کرنا ضروری ہے

الملم

نمبر سوئس واپح کمپنی سرگودھا کچہری با

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

رسالہ

شمس الاسلام

شمارہ ۱ بابت ماہ نومبر ۱۹۲۵ء مطابق ماہ ربیع الثانی ۱۳۴۷ھ نمبر ۶

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	مضمون نگار	نمبر صفحہ
۱	دل	مولوی غلام دستگیر خان صاحب بخجود	۱۲
۲	قابل توجہ حکام ضلع شاہ پور	ایڈیٹر	۱۰
۳	مدینہ منورہ کے تاریخی حالات	مولانا مظہر الدین صاحب یثیر الاسلام	۱۱
۴	مزارات علماء و مشائخ پیر قبیہ بنائے کائنات	از علمائے فرائی محل (سیاح مسلم)	۱۵
۵	المصلح کی ایک بیہودہ افرا کی اصلاح	مولوی سلطان احمد خان صاحب (غوث شاہ)	۱۶
۶	لیلائے نادیدہ و نظم	بخجود	۱۳
۷	اخلاص کی ایک زندہ مثال (نظم)	بخجود	۱۴
۸	ابن سعود اور انگلینڈ کا معاہدہ	سید حبیب (سیاح مسلم)	۱۵
۹	شعر مبین اوجہ	مولانا نعیم الدین صاحب قلیہ	۱۶

ایڈیٹر شیخ عبد المعز واحدی اپنے مطبع دفتر میں سرگودھا میں چھاپا و فروخت اسلام آباد

دل

قصہ دار و رس بازے طفلانہ دل

اتجاسے اربع سرخی آفاند دل

یہ سترہ صریح اور ایک سترے کسی ثبوت کی کوئی خاص ضرورت محسوس نہیں ہوتی کہ نیکی یا بدی کا تصور زیادہ خیال کی بجائے یا برائی پر ہو سکتا ہے۔ جب ہم کسی کام کے سر انجام دینے کا ارادہ کریں تو ضرور ہے کہ پہلے اس سے دل میں اس قسم کا خیال جا کر رہن ہوا۔ محنت و مشاغل اور عبادت کی بنیاد بھی غیبت ہی پر ہوتی ہے۔ ہزار سال عبادت میں سرگرم رہتے رہو۔ سرسبز و رہو جب تک کہ دل سودہ نہیں کرے گا کچھ بھی حاصل نہیں ہوئے گا۔ کوئی کام کرو جب تک دل ہاں نہ کرے کیل تک نہیں پہنچتا۔ وہ بات جو دل سے نہ نکلے دل پر اثر نہیں کرتی۔ گلشن جہاں میں دل نسیم سحری ہے۔ چین دنیا کی شادابی اور رنگارنگ کے بھولائی ترو تازگی اسی دل سے آئے جو شگم ہو کر چلے چکے سوئے ہوئے فغور کا نسخہ دھلا جاتا ہے۔

دنیا اور دنیا کی میرگاہ ہمارے دل سے۔ دل ہی گاہک اور دل ہی ہو کا نثار ہے۔ یہی دنیا اور یہی مطلوب یہی مکان اور یہی مکین۔ یہی جنت اور یہی جہنم دو کو دوا بنا دیتا ہے۔ سکھ کو دکھ کر دکھانا اس کے پاؤں پاؤں کا کرتب ہے۔ خواہ غریب کو غنی کر دے یا غنی کو غریب۔

گلشن کو گلشن اور گلشن کو گلشن بنا دیتا خدا جلے اس نے کہاں سے سیکھا جلتا اور بنانا تو دنیا اور تر پانا سے کس نے سکھایا۔ دنیا اور آخرت کا ترازو ہے جس چیز کو چاہو تول لو۔ خاصہ تولو گراف ہے جسکی چاہو دم بھر میں تصویر اٹار لو۔ فوٹو گراف کا بھی نمبر و کبر ہے۔ اس میں تو آواز ہی بند ہو سکتی ہے۔ لیکن اس میں افلاں کے ساتھ مردان بھی تھید ہو سکتا ہے۔

یام جسم بھی طائر یام جسم بھی بآب

دل ہے یا تھا دل میں جسے چھو کر دل سے پائدار برقی کہ گھر بیٹھے محبوب سے باتیں ۔
 کرو تو خود کا ملکہ لبتہ شکر میں ہی کیوں نہ واس کا نام توجہ رکھ لیجئے یا سمریزم یا تخیل
 لیکن میں یہ بتی دو چھوٹے سے حروف "داو دل"
 کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کیا بلا ہے یہ بھی عجیب اسکے کام بھی عجیب اور اسکی ظاہر میں
 بھی عجیب۔ وہ بار جس کے لپٹے سے پہاڑوں اور دریاؤں نے بھی انکار کر دیا اس نے
 نجی اٹھالیہ انداز کب عجیب ہے کہ نہیں بلکہ عجیب تر اس تو وہ خاک کو جلا
 دینا اسی کا کام ہے۔

خاک کے ڈھیسر کو اکیر بنا دیتی ہے
 وہ اثر رکھتی ہے خاکستر پروانہ دل
 اچھیس کو انگارے مارا اور اسے بقرار نہ ظلو کا جھولا کا خطاب پایا اور مصاب
 دل کے گھر آیا۔

صبح ازل جو حسن ہوا دستاں عشق
 آواز گون ہوئی قیامش آموز جان عشق
 چھپ گئی اگر گلشن گن کی ہزار دیکھ ایک آنکھ سے کہ خواب پریشان ہزار دیکھ
 یہیں اٹھا ہے کہ فرش سے کمر فرش برس تک اسکی پرواز ہے۔ اور پروان بھی
 ایسی ہر کہ بھلی اور نگاہ اور صبا اور کبوتر وغیرہ اسکے سامنے پیچ ہیں۔ بایں ہمہ سمندر
 کے موتی کی طرح گہرائی میں چھپ رہا ہے ہزاروں پروں میں لہنے لگی ہو کر
 گل نریاں پو شیدہ اور رنگ نگر نمایاں ہے۔ حیرت انگیز بات یہ ہے۔ جیسے تنگ است
 و مروان ہزار ہا ملائکہ اس پر صادق آتا ہے۔ یہ تو کووند لیکن وہ کیا ہند
 ہزار اسوں بند ہیں محبت۔ قدرت۔ بقاوت۔ سخاوت۔ شقاوت۔ عداوت جو روحی ظلم
 سو ستم ہر وہنا ہر وہنا ہے یہ قریح عقل و عشق و تہور و نجات و میر و انکی و غیرہ ہم کی
 موجیں ہر وقت اس بجز نامید انداز میں اپنی نظر آتی ہیں۔ یہ ایسا لہوہ ہے کہ
 کہیں تو کڑب سے پھرتی ہے اور کہیں سے کہیں تو اسکی

بلکہ ہم لوگ کوسوں بھاگتے ہیں۔ اور کہیں اسکی خوشبو و مایع کو تروتازگی بخشی ہے اور باعث فرحت و شادمانی ہوتی ہے۔

بین تفاوت رہ از کجا است تا بہ کجا است

لیکن اس میں اسکا کیا قصور۔ یہ سب کچھ مٹی کی نفاست اور زمین کی خاصیت پر منحصر ہے۔

عاشق کے سینے میں دیکھئے بجلی کی طرح ترپٹا اور سیلاب کی طرح سب سے قرار رہتا ہے۔ فرقہ میں چین نہیں تو وصل میں بھی آرام نہیں۔

بلائے فرقت لیلے و صحبت لیلے

اور کبھی کسی کی زلفوں اور کسی کے ہار میں ہے۔ اور کبھی خود عاشق کے گرم گرم آنسوؤں اور نگاہ انتظار میں کبھی کسی کے قدموں اور در دولت پر اور کبھی چلیں کی جھلک اور اشک نگاہ سرمہ آلود کبھی شکوہ و شکایات میں اور کبھی گفتار مہو و فامیں اور کبھی قاصد کی زبان میں اور کبھی محبت کی داستان میں۔ کبھی ناز و نیاز میں اور کبھی سوز و گداز میں بایں ہمہ لگڑ لگڑ جائے تو پھر اسکا جھڑنا ناممکن لیکن سمجھ کون و عوام کی تو یہ حالت ہے۔

دل گیا ہاتھ سے لوگوں نے کہا دل آیا

صوفی اور زاہد علماء پرست کا دل صاف و شفاف اور مجلہ آئینہ ازل کا عکس۔ بادۂ وحدت کے نشہ میں سرشار۔ بحر تفکر اور تخیل میں ڈوبا نظر آتا ہے۔ عظیم دیوار مجاہد و مراقبہ میں اسکی نیرنگی لہلہ دیکھنے سے تعلق رکھتی ہیں۔ مکیا یہ قوت تخیل اور وہیمہ کی اپنی کارستانی ہے۔ جیسا کہ علم لوگوں کا خیال شیوہ استغفر اللہ۔

شاعر کا دل انسانی جذبات و اثرات اور قدرت کے انوار و اقسام کے مشاطہ کا نو نو گراف سمجھئے۔ تصور کے پر لگائے۔ کوہ عظمیٰ و عجمی دشت بیابان کوہ و دریا کی سیر میں مشغول رہتا ہے۔

کبھی گھر میں بیاباں تھا کبھی گھر تھا بیاباں میں

اور اتنا بلند اڑ جاتا ہے کہ وہاں فرشتوں کے لئے پھینکا دوسوز پریم کا مضمون ہے۔
میتھانے۔ پتھانے۔ کبے اور دیر و حرم میں شمع کی طرح حاضر ہوتا ہے۔ کہیں ناصح ہے
کہیں طبیب ہے اور کہیں حبیب۔

جنجر چنے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم امیر
سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

لیکن جیسا اوقات اس کی تصویر ادھوری اور نامکمل کیوں ہوتی ہے؟ پھر دو قوم اور
عساکر وطن کا دل ہر وقت خدمت خلق اللہ میں لگا رہتا ہے۔ ان کے دکھ کو اپنا
دکھ اور ہلکے سکھ کو اپنا سکھ جانتا ہے۔ اور یہ سمجھ لیتا ہے۔
نبی تا دم اعنائے یک دیگر۔۔۔

لیکن جوش ہمدی کے ساتھ شوق خود کا ہونا عجیب چیز ہے۔

یہ خلافت کے چھوٹے فروبی۔ رکار۔ نظام۔ پرماتش۔ جیلساز۔ ڈاکو کبند توڑ۔ زانی
کے سینوں میں مردہ صد سال سے بدحواسیت ملاحت کوئے آخر میں خاموش
ہو کر رہ جاتا ہے۔ اور ایسی نیند سوتا ہے کہ کروٹ تک نہیں بدلتا پھر نگرہ آب میں
جا بیٹھا ہے۔ اور پھر ابھرتا نہیں۔

دنیا دار کا حال ہر وقت ثالث یا الخیر کی طرح جھگڑوں اور کیمڑوں میں لگا رہتا ہے
عاشق یا فلا سفر کا دل اسکے پہلو میں رکھ دیکھے اور مرگ ناگہانی کا نتیجہ دیکھ لیجئے
نجلان اسکے ایک عاشق دنیا دار کا دل چھوڑ کر بھاگ جائے اور تمام عمر بیدل رہنا
پسند کرے۔

آہ یہ اختلاف کیوں۔ بیگانگی کیوں۔ اور اسی ایک منزل کے مسافروں میں یہ عناد
کیوں۔ بیہرحی کیوں اور قطع تعلق کیوں؟ کیا یہ غلط فہمی اور عقل ناقص کی کارستانی
ہے یا وسیع معلومات اور فہم و فراست کی۔ کسی دشمن کی کارروائی ہے۔ یا خود حضرت
اشرف المخلوقات کی۔

سچ تو یہ ہے کہ وحدت کی تصویر کثرت کے نقش و نگار میں مخفی ہو گئی ہے۔ ورنہ

بلبل کی چپک اور گل کی ہلک عاشق کا نیاز اور معشوق کا ناز سوز پروانہ و گریہ شمع
نغمہ چنگ و رہاب اور صدائے قلقل و سنا آہستہ کب جھپکائیں۔

طور پر تو نے جو اسے حضرت محبت دیکھا

وہی کچھ قیس نے دیکھا پس محل ہو کر

عاشق اور معشوق اگر متحد نہیں تو اور کیا ہے۔ نگاہ دیکھو کب جھپکے
اب اگر کوئی یہ کہے کہ جب ہر چیز میں اسی حسن ازل کا پیر تو اور اسی نہ دلی کسکتا
تو ہر جہت سے کہ سب بسمل ہوں لیکن ایسا نہیں ہوتا۔ ایک کو سفید رنگ لینے سے
دور دوسرے کو سرخ۔ ایک اپنی والدہ کا فرمال بردار ہے اور بھائیوں بد چالوں سے
صلیب لیکن وہ بیوی کا عاشق ناز اور دلدادہ۔ والدہ کی صورت سے سزا ہے۔
اب اس میں کس کا قصور؟ اس کا یا اس کے دل کا؟

شیریں ترانے میں دل کا کیا قصور؟ یاد بات ہے کہ آپ ہنس نہیں سکتے یا سہما
نہیں جاتے۔ لیکن اس کا مطلب یہ تو ہرگز نہیں کہ آپ میں ہنسنے کا مادہ و وحیت نہیں
کیا گیا۔ آپ نے ہنسنے کا انداز کسی کمی و سنگیری یا روم میں نہیں لگاتے تو نہ لگانے پر حکم ازل
نے تو نسخہ نہیں لکھا تھا کہ آپ نے اوروں کے گلے کاٹیں یا یہ حکم نہیں لگا دیا کہ آپ
ہمیشہ سفید رنگ ہی پسند کریں۔ مادہ سرخ سے نفرت کریں۔

آپ کے دل میں سب کچھ موجود ہے۔ نفرت بھی اور محبت بھی اور اگر یہ بات نہیں
تو یہ کسی کو لڑکر کیوں چھیناتے ہیں۔ کسی کو دھوکہ دھو کر فریب دیکر بعد میں افسوس
کیوں کرتے ہیں۔ صرف اس وجہ سے کہ دھوکہ دینے یا زد و کوب کرنے کے وقت
بھی آپ کے دل میں مادہ نرم باقوت تائمت تو موجود تھی۔ لیکن آپ نے اس سے
اس وقت مشورہ طلب نہیں کیا۔ اگر کرتے تو یہ فعل ہرگز ظہور میں نہ آتا۔ کوئی تین
ایک سال کا عرصہ ہوا۔ میرے ایک دوست کو وحشت سی ہو گئی۔ آپ نے خواہ مخواہ
فرض کیا یقین کر لیا کہ مجھ پر خیر سیدھی کوئی اثر پیدا نہیں کرتی۔ بہتیرا سمجھا یا
کہ نہیں اس میں تمہارے دل کا کوئی قصور نہیں۔ بلکہ جسے خبر دستی اس خیال کو

پکا کر اپنے دل پر ایک قسم کا زنگ سا جما لیا ہے۔ لیکن انکو کچھ گھر سے کی جڑھنی ہوئی تھی بالکل نہیں ماسے بلکہ دلہ اوگاہن نچیر پہ پھتیاں اڑا دے لگے سمجھے اس کے سوا کیا چارہ تھا۔ خاموش ہو رہا کہ اچھا بھی نہیں ماسے نہ مالو کوئی زبردستی تھوڑی ہے غیر بات گئی گزری بھول گئے اس سے کوئی تین مہینے کے بعد ایک دن آپ سے کوئی رات کے ایک بجے اچھا گیا۔ کیوں بھائی خیر باشد کیا بات ہے۔

نہیں بات تو کچھ نہیں۔ آج صبح ہی سسے طبیعت پریشان تھی سو رفت بھی بھتیر چاہا کہ سو جاؤں لیکن آنکھ نہ لگتی تھی نہ لگی۔ نیند بھی میرا دل تیرا ڈگئی اور کر میں بدستے بدستے کر دے لگی۔ اچھا مجھ پر کراؤ آیا کہ نہیں ساتھ لیکر سر کو چلوں ہتھ تو از در حشت کی بھی کوئی آمد ہوتی ہے۔ آخر کیا آفت ہے کہ ہم اس وقت سیر کو نکلیں میٹھو میں بات چیت کرینگے۔ ہارمونیم بھی دل بھلائے کیلئے حاضر ہے۔ مستند فرمائے میرا دل اس وقت گھر کی چار دیواری میں بند ہو رہا نہیں چاہتا۔ اگر ایسا ہوتا تو گھر سے کیوں آتا۔

وہ دل بھی کوئی ہرن ہے۔ ا قید میں گھر سے اور تنگی کی سیر لیند کو ہے۔ تمہیں ہر وقت دل لگی سوچا کرتی ہے۔ اگر اٹھے ہو تو اٹھو ورنہ میں اکیلا چلا جاؤں گا ایک دوست کے لئے انسان کیا کچھ نہیں کرتا اور مجھے کیا الزکار ہو سکتا تھا۔ ساتھ ہو لیا اور ہم دونوں اس جھیل کے کنارے جو اس قصبے کے قریب ہی ہے یہی تھی پہنچ گئے۔

رات کا سماں اور پھر رات بھی کیسی۔ ماہ مارچ کی جب کہ باد بہار خوشبو سے ایسی اٹھکیلیاں کرتی پھرتی ہے۔ میرے خیال میں ایسے وقت نیچرل سینٹری کا مشاق یہ تو ہرگز نہیں کہیگا۔

نیچرل سینٹری کا کہت باد بہار کی رات کا اپنی
اٹھکیلیاں سوچے میں ہم سب بڑے بچے ہیں

ہاں تو رات کا سماں اور ہو کا عالم سنسان جنگل۔ چاندنی رات۔ آسمان پر کہیں

کہیں لگے ہائے ابر نمودار اور اس ملک شب کا برقعہ سحاب میں منہ کا چھپا لیا اور
پھر برقع اٹھ کر آئینہ جمیل میں اپنا گورا چہرہ دیکھتا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ
دخول کو بھی سایہ ہو گیا۔ میرے دوست کا یہ عالم تھا کہ ضبط نہ ہو سکا۔ اور بے اعتنا
چھوٹ چھوٹ کر روئے لگے۔

دل ہی تو ہے رنگ و خشت سے بھرتے کیوں

رویکھتے ہم ہزار بار کوئی ہمیں ہٹائے کیوں

اس بیان سے اگر کوئی یہ سمجھ لے کہ یہ کسی اور ہی درد کا نتیجہ تھا۔ تو میں اسکو معذور
سمجھتا ہوں۔ کیونکہ وہ انسان کے دل کے مختلف جذبات و تاثرات کو تحمل میں
لا ہی نہیں سکتا۔ ہائے ہی تو وہ ولولہ یا جذبہ ہے جس سے مجبور ہو کر انسان
کا دل اسفل السافلیں کو چھوڑ کر ملار اسفل بلکہ اعلا علیین کی طرف متوجہ ہوتا
ہے اور مظاہر موجودات عالم سے اسرار خالق کو پہچانتا ہے۔ وہ عالم امکان کے
ذریعے سے کسی ایسی دیکھی ہوئی شے کا جلوہ نمایاں دیکھتا ہے جسے وہ اب
بھول گیا ہے۔ اسکا تحمل ہر وقت قدرت کے پیچیدہ اسرار خدا کی الجھی ہوئی گتوں
کے سلجھانے میں لگا رہتا ہے۔ اور وہ ایک مدت کے بعد اس نتیجہ پہ پہنچ جاتا ہے۔

ہر سو کہ دویدیم ہمہ روئے تو دیدیم

ہر جا کہ رسیدیم ہر کوئے تو دیدیم

خیر یہ تو درد کی اد کوئی طور کی بات ہے۔ مجھے تو فقط یہ کہنا ہے۔ اور سوال
یہ ہے کہ جیسے مادہ شاعریت میں ہوتا ہے اور انسانی نہیں۔ اسی طرح بد
معاشی اور جعل سازی وغیرہ کے لئے بھی دل پہلے سے تیار ہوتا ہے۔ یا بعد میں
میں بنتا ہے۔ میرا اپنا خیال تو اسکی نسبت یہ ہے کہ سوائے ایک باریک بینی
کے سب دل طبعا ایک رنگ ہوتے ہیں (یہ اور بات ہے) جیسے کہ ڈاکٹر دل کی
ہے کہ علم موسیقی کو کما حقہ سمجھنے اور پہنچنے والے کے کان کے اندر بہ نسبت
لوگوں کے ایک نہایت باریک سا بڑھاؤ زیادہ ہوتا ہے۔ لیکن اس سے تو

فکر نہیں ہو سکتا کہ راک سے خطا ٹھٹھٹے اور درد پیدا کرنے کا مذاق ہر ایک کے
 دل میں موجود ہے۔ اور کیا عجب ہے۔ کہ اسی طرح شاعر کے دل و دماغ میں بھی وہ
 لوگوں کی نسبت کوئی بیدہ زیادہ ہو۔ اور جب کہ راک سے سب انسان اور انسان
 کیا حیوان تک بھی برابر متاثر ہوتے ہیں۔ تو اس کی روح رواں شاعری میں بھی
 یہ خاصیت موجود ہونی چاہئے۔ اور ضرور ہوتی ہے۔ اگرچہ حیوان اس سے متاثر نہیں
 ہوتا۔ بلکہ ان دونوں میں ایک نمایاں تفاوت ہے۔ اور وہ یہ کہ گلے والے کے دماغ
 سوائے خاص حالتوں کے بالکل درد نہیں ہوتا کیونکہ اسکی کوشش ہمہ تر سلف
 والوں میں اثر پیدا کرنے کی ہوتی ہے۔ برخلاف اسکے شعر بغیر دل میں درد پیدا ہونے
 نکل ہی نہیں سکتا۔ شاعر کا دل معلومات کا ذخیرہ اور مختلف جذبات و اشاعت
 اور تجلیات کا گنجینہ ہوتا ہے۔ لیکن گلے والے کے لئے سوائے جان اور عقل
 کی واقفیت کے اور کسی چیز کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ہر ایک شاعر موسیقی دان
 ہے۔ لیکن موسیقی دان شاعر نہیں موسیقی شاعری کی محتاج ہے۔ لیکن غلامی
 موسیقی کی محتاج نہیں۔ پھر بھی اس سے تو کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا۔ کہ بنی نوع
 انسان پر اثر ڈالنے کیلئے دونوں کا ایک جا ہونا لازم ہے۔ ہاں تو میرا یہ خیال ہے
 کہ سوائے ایک نازک سے فرق کے سب دل طبیعت ایک رنگ ہوتے ہیں۔ اور جو عمارت
 اور تجلیات بچپن میں۔ مرغ یا دل کے اندر منقوش ہو جائیں۔ وہ ہماری عمر سوائے
 کی طرح ساتھ ساتھ رہتے ہیں۔ اور انسانی زندگی کی کثیرہ مثل اور روحانی نہیں پہنچنے
 نہانے کی خفائن اور سو سانس اور مشق کو بہت بڑا دخل ہوتا ہے۔ ایک ہی صبح کو
 باہر بارش لگا اور دہرایا جائے تو یہ کب تک نہیں ہے۔ کہ وہ غم جو بچہ چھوڑ جائے۔ لیکن
 اس مشق سے بھی بڑھ کر ایک اور زبردست طاقت ہے۔ یہی تخیل۔ تو وہ اور
 تفکر غور و خوض اور تفکر سے انسان کے لئے بعض لائق مساکل نہایت آسان
 ہو جاتے ہیں۔ اور ان چیزوں پر جو ممکن الا دراک ہوں غور کرنا ترقی کا راز ہے
 خلق معقول ہے محسوس ہے خالق اکمل

دیکھتے تھیں اور آپ سے غائب ہو کر
 لیکن افسوس ہے تو یہ کہ دل کے سے آئینہ کو صفا اور مجلہ بنانے کی کوئی کوشش
 نہیں کی جاتی اور مجاہد سے اور عبادت اور ریاضت کے بغیر اسکا مزگی اور
 مصفا ہونا ناممکن۔ آہ لوگ اس کو ہر بے بہا کو کچھ میں پھینک دیتے ہیں۔

قابل توجہ افسران و حکام ضلع شاہ پور

شہر سرگودھا سے المصلح نام کا ایک ماہوار رسالہ انجمن جعفریہ سرگودھا کی طرف سے
 شائع ہوتا ہے۔ جسکی دل آزار طرز تحریر صحابہ کبار اور اہل سنت والجماعت
 کے سلسلہ اکابر و بزرگان دین پر سب و شتم کے افسوس ناک سلسلہ نے ضلع بھر
 کے مسلمانوں میں ہرجمان پیدا کر دیا ہے۔ رسالہ کی اشتعال انگیز روش سے شیعوں
 اور سنیوں کے تعلقات ہر جگہ خراب ہو رہے ہیں۔ ذمہ دار حکام کا فرض ہے کہ وہ صورت
 معاملات کا اچھی طرح مطالعہ کریں۔ المصلح کے گزشتہ شمارے کی حقیقت کو ظاہر کر رہے ہیں
 ہمارے پاس وہ شمارے مراسلات کی بھرمار سے۔ مگر بوجہ عدم گنجائش ہم دیر در سالہ نہیں
 کر سکتے ورنہ ہم نے اس ہمید پر کہ مسلمانوں کی مونا وہ ذوریات اور آل انڈیا تنظیم
 سی سی سی ہمارے ساتھ کو ماہ راست پرست آئینگی اگر گنہگار کے پرچہ کو دیکھ کر ہمارے
 توقعات غلط ثابت ہو رہی ہیں۔ ضلع بھر میں باہمی افتراق و مشمت سے محفوظ رکھنے
 اور امن کی خدمت انجام دینے کی غرض سے ہم بذریعہ تحریہ ہذا اپنے معاصر سے التماس کر
 رہے ہیں کہ وہ اپنی خطرناک روش ترک کر دے۔ یہ ذمہ دار حکام و افسران کو بھی جتنا
 دیا ہم مرتیں سمجھتے ہیں۔ کہ اگر المصلح کی تحریروں کے اثر سے کسی جگہ بد امنی ظاہر
 ہوئی تو اسکا ذمہ دار المصلح کے ذمہ دار راگیر ہو سکتے۔ فقط

(نیا زمانہ ایڈیٹر)

سماجی کارکنان سر سماج پر محققانہ بحث کے لیے نظر کتاب فیروز آباد (۸)
 سیر رسالہ ہذا سے طلب کریں۔

مدینہ منورہ اور مدینہ منورہ کے تہذیبی حالات

حرم نبوی اور حوالی مدینہ کی زیارت گاہیں

(از محمد منظر الدین اویسر خان)

مدینہ منورہ کی شہر کردہ گولہ باری نے مسلمانان میں ایک عام بھینی پیدا کر دی۔ مدینہ منورہ کے تباہی حالات حرم نبوی کی مفصل کیفیت احوال کی خاص خصوصیت بن گیا۔ کائنات میں یہ ہے۔ لہذا ہم چاہتے ہیں کہ احادیث و سیر اور بعض سفر ناموں سے مدینہ منورہ کے حرم کے بارے میں پیش کریں۔

شہر مدینہ منورہ کے نام۔ شہر مدینہ کے طبع مدینہ منورہ۔ ناجیہ مسکبہ۔ جابرہ۔ مسجد۔ مختلف نام ہیں جیسے شہر زیادہ مشہور ہے۔ لیکن علماء سے مکر وہ خیال ہو۔ یہاں کیونکہ شہر ایک کافر کا نام تھا جس کے نام پر یہ مقام مشہور ہو گیا۔ مدینہ منورہ کے انیس نام درج کئے ہیں اور وفاء الوفاء میں نوے سے بھی زیادہ ہیں۔ اگر ناموں کی کثرت سنی کے شرف و جلالت کرتی ہے تو یہ شرف سب سے زیادہ مدینہ طیبہ کو حاصل ہے۔

مدینہ کی آبادی بڑی یقیناً گونا گونا گونہ شکل ہے۔ کہ مدینہ منورہ کچھ آباد ہوا اور کس نے بنایا۔ تاہم ظن غالب یہ ہے اور زیادہ تر مؤرخین کی ہدایات سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ مدینہ منورہ ہجرت نبوی سے ۱۳۲ سال قبل آباد ہوا۔ سب سے پہلے علقہ صرحہ یہاں آئے اور انہوں نے آباد کیا۔ پھر اسطبران میں یا قوت محمدی کا بیان ہے کہ مدینہ سے پہلے جس نے مدینہ میں کھیتی کی کھجور وین کے باغ میں لگائے۔ اور مدینہ طیبہ قلعہ تعمیر کئے وہ علق بن فہش بن علی بن نوح و علیہ السلام کی اولاد تھی۔ یہ لوگ قوم ملک عرب میں تھے اور تمام و مصر و غیرہ ملک پر تیرا کر رہا تھا۔ قرآنہ مصر بھی ان ہی لوگوں میں سے تھے۔ اور حجاز کا بادشاہ ابو قحس بن ارم بھی مصر

قوم متحد سے بھی پہلے قحطی جس نے مدینہ منورہ آباد کیا۔ آثار کو نین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وطن
محکمات بہت قدیم سے۔

توریت کی پیشین گوئی اور حینہ متورہ و علقہ کے بعد مدینہ منورہ میں یہود آئے۔ ان کے آئے
کے متعلق مختلف روایتیں ہیں۔ ایک روایت یہ ہے کہ جب موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام مرقون
کی سنا سے فارغ ہو گئے تو شام میں گنساہیوں کی سرکوبی کے لئے فوج بھیج دی اور اسکے بعد
ارض حجاز میں عمالیق پر فوج کشی کی جس نے ارقم شاہ حجاز ہمت فتح حاصل کرنی اور اسکو
قتل کر کے، لوگ یہیں مقیم ہو گئے۔ لیکن زیادہ معتبر و قریب قیاس یہ روایت ہے کہ علماء

یہود کو توریت کے ذریعہ شہنشاہ عربین (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اوصاف و فضائل معلوم
ہو چکے تھے اور ان اوصاف میں یہ خصوصیت بھی تھی کہ آپکا دار الحجرت ایک ایسا شہر
ہوگا جو دو بحر علی زمینوں کے درمیان غمستان سے گھرا ہوگا۔ چنانچہ آپ کے اوصاف پر حکم
ان لوگوں کے دلوں میں اتباع و پیروی کی لگن پیدا ہوتی ہے۔ اور یہ اون اوصاف
کی جستجو میں شام سے نکلے اور تبار کے غلستانوں میں جہاں انہوں نے ان اوصاف
کا نشان پایا ایک گروہ یہیں مقیم ہو گیا اور دوسرے گروہ کے اکثر آدمیوں نے شرب
کی تعبیر ملی زمین میں شاہ بطی (صلعم) کے دار الحجرت کی علامتیں لگایاں دیکھیں۔ اور
وہ یہیں مقیم ہو گئے۔ اس لئے بنو نصیر نے بطی ان کو اپنا مسکن بنایا۔

النصار مدینہ شہر تمام "ساراس" تو خراج کی اولاد میں ہیں۔ یہ اس ذہن بزرگ یہودیوں
کے دو مشہور قبیلہ میں جو یمن سے یہاں آکر آباد ہو گئے تھے جس زمانہ میں یہاں یہ لوگ
آئے تو بنو قریظہ اور بنو نصیر کو شاہانہ اقتدار حاصل تھا۔ کہ جب کسی باکرہ لڑکی سے
کسی کی شادی ہوتی تو وہ مجبوراً اول شب اسکے شہستان عیش میں گزارتی اور یہ اسکی
عنایت پر ڈاکہ مارتا اسی رسم کے مطابق النصار کے سردار مالک بن عجمان کی ہمشیرہ پندلیا
برہنہ کر کے دربار میں لائی گئی۔ انہیں ناگوار گزارا اور اپنی بس کو نہالیش کی اس نے کہا
کہ رات کو اس سے بھی زیادہ دشمنانک واقعہ پیش آنے والا ہے یہ سروار نہایت غمو بہا
آخر یہ قریظہ ہمشیرہ کے ساتھ عورتوں کا لباس پہنکر وہ قریظہ ان کے عشرت گاہ میں جا چکا

اور جب ان کی بہن کے پاس آئیگا تو یہ تلوار سے خاتمہ کر دیگا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور الگ
 بن مجملہ بن قیطوان کے قتل کے بعد شام میں بھاگ کر ابو حبیہ حسانی بادشاہ کے
 دامن میں پناہ لی۔ یہ سب ماجرا سنایا اور احاد کا طالب ہوا۔ ابو حبیہ نے عہد کیا۔ کہ
 اس جابر سلطنت کا خاتمہ کے بغیر میں سے نہ بیٹھے گا۔ آخر کار جنگ ہوئی اور یہودیوں
 کی یہ سلطنت ختم ہو گئی۔

ہجرت بنوی اور اوس و خرنج اس کے بعد مدینہ میں اوس و خرنج کا عروج شروع
 ہوا۔ لیکن کچھ دنوں بعد یہ دونوں قبیلے باہم دست و گریباں ہو گئے۔ اور تقریباً
 سال تک خانہ جنگی کا سلسلہ جاری رہا جتنی کہ بغاوت کی جنگ نے جو ہجرت بنوی سے
 پانچ سال پیشتر ہوئی تھی اس و خرنج کی طاقت کو پاش پاش کر دیا اور جانیہ
 کے بڑے بڑے سردار قتل کئے گئے۔ لیکن اسی جنگ کو خدا نے رسالت مآب کی کامیابی
 و ترقی اسلام کا ذریعہ بنا دیا حضرت عائشہ نے ایک روایت میں اس طرف اشارہ فرمایا
 ہے کہ یوم بواث کو خداوند تعالیٰ نے اپنے رسول کی کامیابی کا پیش خیمہ بنا دیا ہے۔
 ہجرت کے بعد پہلی قیامت گاہ یہ حالات تھے کہ آنحضرت نے ہجرت کی جب آپ
 مدینہ تشریف لائے تو سب سے پہلے قبایین اترے۔ یہ مقام مدینہ منورہ سے ۵۰ کلومیٹر
 (تقریباً ۳۱ میل) مغربی و جنوبی سمت میں ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔ انصار میں
 سے ہر شخص آپ کی مہربانی کا آرزو مند تھا۔ اسی لحاظ سے کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو آپ
 نے فرمایا تھا کہ جہاں میری ناقہ بیٹھ جائے گی۔ وہیں مقیم ہونگا۔ قبایین پہونچ کر سب
 سے پہلے آپ نے ایک مسجد تعمیر کی یہ مسجد حضرت کلثوم کی اس افتادہ زمیں پر بنائی
 جہاں کھجوریں خشک کی جاتی تھیں۔ اس مسجد کی آپ نے اپنے دست مبارک سے
 بنیاد رکھی تھی۔ اس مسجد کی شان میں آیت مسجد اسس علی التقویٰ اتم نازل ہوئی ہے
 سلطان عبد الحمید اول نے اس مسجد کی از سر نو تعمیر کرائی اور موجودہ عمارت اسی نمونہ
 کی ہے۔ محض مسجد میں ایک قبر اسی جگہ پر بنا ہوا ہے۔ جہاں آپ کی ناقہ بیٹھی تھی۔ یہ مسجد
 بھی مدینہ منورہ کی زیارت گاہوں میں سے ایک ممتاز خاص زیارت گاہ ہے۔ حج کے

قبل ولیدنا آخرین کا خاص ہجوم ہوتا ہے اور ہزار ہا عاشقان رسول اس پہلی اقامت گاہ نبوی کی زیارت سے آنکھوں اور دل کو ٹھنڈا کرتے ہیں۔

مسجد نبوی کا پہلا نقشہ مسجد قبا کے بعد آپ حدیث میں مقیم ہوئے۔ تو سب سے پہلے مسجد نبوی کی بنیاد ڈالی۔ بعد میں یہ مسجد اسلام کی مقدس مساوی کا بے نظیر نمونہ بنی۔ کچھ دینشلوں کی دیواریں پتلیں کھجور کے ستنوں تھیں۔ برگ خرمائے نیچے چھت تھی جسکو چھپر کھنا چاہئے۔ فرش بالکل خام تھا جب بارش ہوتی۔ تو اندر کھیر ہو جاتی تھی ایک مرتبہ صحابہ نماز پڑھ رہے تھے۔ تو منکر پڑے ہمراہ لیٹے آئے۔ اور اپنے اپنے مقام پر ڈال لئے کہ کھیر پیس نماز آسانی سے پڑھ سکیں حضور انور (دھی فدا) نے اسے بہت پسند فرمایا اور پھر کھجور کے فرش بنوایا۔ اسی مسجد کے ایک گوشے پر ایک مسجد جو تیرہ جو عنفہ کھلاتا تھا اصحاب عنفہ یہیں رہتے تھے یہی صحابہ کرام کی درس گاہ تھی۔ اور یہی نامدار و عالم کا دار المشورہ تھا حضرت ابو حریرہ ہی یہیں رہتے تھے۔ ایک مرتبہ اس قدر بھوک لگی کہ منہ کھا کر گر پڑے۔ پھر خرمائے نعلی سے مسلمانوں کا وہ زمانہ عروج آیا کہ مصر شام اور ایران میں مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ حضرت ابو حریرہ کی عمر زیادہ ہوئی ہے ایک مرتبہ وہ بھی چارو جو شمال عرب اور ہما کو تھوٹتے۔ ملبوس تھے۔ ابتدائی زندگی اور اسی صف کا خیال آیا تو زار زار رونے لگے۔ اور کہا کہ مرجع یہ وقت ہے۔ کہ ایک وہ وقت تھا کہ ابو حریرہ فاطمہ کی تکلیف سے غش کھا کر گر پڑا تھا۔ اور گزرنے والے اچھر سے گزرتے تھے اور یہ مسجد نبوی اور صف کا پہلا نقشہ تھا۔ اب کیا ہے آئندہ معلوم ہوگا۔ اس نقشہ کو آئندہ محفوظ رکھنے کا۔ تاکہ آئندہ محنت و مشقت آسانی سے سمجھ میں آسکیں۔

تقدیرات

برکات سیال۔ یہ کتاب جناب غلام دستگیر خاں صاحب تاندہری کی تازہ تصنیف ہے خلفہ اعلیٰ حضرت قبلہ عالم سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات اپنے مخصوص پیرایہ میں درج کر کے خاں صاحب نے قیمتی جو اہر اس کو بہر شخص کے لئے نذرانہ کر دیا ہے۔ حجم ۴۴ صفحہ قیمت ۴۰ روپے
یہ کتاب مصنف ممدوح سے جو دھوکڑی منسلک جالندہر کے پتہ سے مل سکتی ہے۔

مزارات علماء و مشائخ پر قربہ بنانا مکہ کی

آج کل یہ مسئلہ گوناگوں ترجیح و تاج میں پڑ گیا ہے۔ لوگوں نے نہایت غول و طویل تحریرات
نظر قلم کیں لیکن افسوس کہ علماء نے ان مقامات اور ان عمارات کو جس میں مشائخ و
علماء کی قبور پر قربہ وغیرہ بنانے کا جواز ہے چشم پوشی کی سگر اندھ لٹھ کہ علماء نے قرآنی حکم سے
اس سارقیت کا پتہ نہ کھول دیا اور اس مسئلہ کو بے نقاب نہ کر دیا۔ آخر علماء نے یہی سنے بھی
اس مسئلہ پر کافی روشنی ڈالی جس سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ مخصوص ہستیوں پر قربہ
بنانا جائز ہے۔ چنانچہ مرقاة شرح مشکوٰۃ میں ہے و قال باح السلف البناء علی
قبر المشائخ والعلماء المشہورین لیزورہم الناس ویستریحوا اباجلجول
یعنی علماء سلف نے علماء مشہورین اور مشائخ کے قبور پر بنانا نیکو سراج کہا ہے۔ تاکہ
لوگ زیارت کریں اور بیٹھ کر آرام پائیں۔ اس سے بالکل صاف مطلع ہو جائے کہ قربہ
وغیرہ لوگوں کی آسائش اور آرام کے واسطے بنائے جاتے ہیں ہاں اگر تفاخر اور تکبر
کے لئے بنائے جائیں تو ناجائز ہے جس طرح عمدہ لباس تکبر اور تفاخر پہنا جائے
تو ناجائز ہے ماسی بنابر امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے جو فرمایا ہے۔ کہ مکروہ ہے بنا بر
تفاخر ہے اور شامی میں ہے لا یکون اذا کان الموت من المشائخ یعنی اگر میت
مشائخ میں سے ہے تو قربہ وغیرہ بنانا مکروہ نہیں ہے وقال فی الدلائل یطین ولا یقین
علیہ بناء وقبر لا باس بہ وهو المختار یعنی قبر کی نہ بنائی جائے اور نہ بلند کی
جائے اس پر علماء نے کہا اس طرح بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور یہی مختار بھی
ہے اور حاکم نے اپنی کتاب سند رک میں لکھا ہے۔ ان النعمۃ المسلمین شوقاً و
غیراً بالکتوب علی قبورہم وهو عمل باخلاف الخلف عن السلف یعنی النعمۃ
المسلمین جس قدر شوقاً و غیراً بالکثر سے ہیں ان کے مزارات پر لکھا ہوا ہے۔ اور یہ متاخر
لئے سلف سے لیا ہے۔ اور ابن تیمیہ کہتے ہیں البناء علی فوقہ انما یکمل فی
مقابر المسلمین لتضئق علیہم واما فی ملک الرجل فجایز یعنی عمارت

بنانا مسلمانوں کے عام قبرستان میں مکروہ ہے۔ بوجہ تضرع جانے اور تنگ ہو جانے زمین کے لیکن اپنی ملک میں پس جانے اور لکھتے ہیں وافتی ابن رشد ان کان البناء فی ملک الرجل محکمہ حکم بناء الدار کما فی الکمال ابن رشد نے قویٰ دیا ہے اگر عمارت اپنی ملک میں ہو تو گھر کے حکم میں ہے اور لکھا ہے ضویٰ عمود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی فسطاط علی قبر زینب بنت جحش یعنی حضرت عمر بن حلیف ثانی نے زینب بنت جحش کی قبر پر خیمہ قائم کیا و حکومت عکفہ علی قبر اخیمہ اور ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے بھائی کی قبر پر خیمہ قائم کیا و ضویٰ محل ابن الحنفیہ علی قبر ابن عباس یعنی محمد بن نفیہ نے حضرت ابن عباس علم دار کی قبر پر خیمہ قائم کیا ان تمام دلائل سے معلوم ہو گیا کہ قبر پر قبہ وغیرہ جو مشایخ اور علماء کے مزارات پر قائم کیا جاتا ہے اور یہ عمل ملت سے لیکر خلافت تک بڑا جاری ہے۔ جائز اور مباح ہے۔ اس میں کسی قسم کے شک کی ضرورت نہیں۔ و ما علینا الا البلاغ۔

المصلح کی ایک یہود وافر کی اصلاح

یہ کہ نہت لبشویہانہ مسیہ کہ ہر چہ تاصح مشفق بگوئے تہذیب
ایک رسالہ المصلح نام بابت ۱۹۲۵ء اکتوبر ۱۹۲۵ء نظر سے گذرا جس میں اویس صاحب مجھے بھی خود فرمایا۔ معنون سوں، دیگر عرض کئے دیتا ہوں کہ میرا نام منشی فاضل ہے۔ سلطان احمد خان کبکریوگ مجھے پکارتے ہیں میری نسبت جو سو قیامہ اناس میں استعمال کئے گئے ہیں ان کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں۔ دلدار اگر ہوتا ہو تو ان کو اس امر میں معذور سمجھتا ہوں۔ چونکہ یہ آپ کا مذہبی فرض ہے میری زور رفت و آذر و نرفت۔

شاف حقیقت۔ انہوں نے دل و سمیع یا گردن گوش کردہ بہت چار گردان ہا معنوں نگار صاحب آپ کو کسی نے غلط اطلاع دی ہے کہ میں خود امیرانہ

ہاشم کے کسی فرد کے ساتھ بحیثیت بنو ہاشم یا بنو امیہ ہونے کی محبت و عداوت بغض و حب دوستی و دشمنی رکھنا ہوں مساوات یا تمیز بلا امر واضح پیدا کرتا ہوں۔ ان تیجوں کا ظن وان ہمارا کیا محض ہوں۔ میرا یہ مسلک نہیں شیوہ نہیں۔ کہتا ہوں سچ کہ جھوٹ کی عادت نہیں مجھے۔ میرے وعظ کا کہی بھی یہ معنون نہیں ہوا آپ کو جس نے کہا جھوٹ کہا۔ بھتان ہے۔ اقرار ہے۔ کبکوت کلمتہ یخرج من افواہہم ان یقولون الا لکن باءین تو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرتا ہوں۔ توحید سکھاتا ہوں۔ قرآن سناتا ہوں۔ اہل بیت کا مداح ہوں نااہل سے متنفر ہوں۔ میرا تو عقیدہ ہے کہ اہل بیت مدارج کے معیار کے لئے کافی نہیں۔ بعض بنو امیہ بعض بنو ہاشم کے غلاموں کا درجہ بھی نہیں حاصل کر سکتے جیسا کہ بعض بنو ہاشم بنو امیہ کے اس لئے افراد کے ساتھ بھی برابری نہیں کر سکتے گویا گھٹاں ابی لبیب تبت یہاں کو ہاشمی ہونیکا فقر حاصل نہیں۔ ہاشم کے شیڈ سے تو آپ نہیں نکال سکتے۔

چوکنعان را طبیعت بے ہنر بود ہنیر زادگی نذر شش نیف زود
ہنیر بنا اگر داری نہ گو ہنر گل از خام است و ابرو اسیم از آذر
اگر خباب والا پدرم سلطان بود کا دعوے کریں تو میں اس کا قایل نہیں مگر
قرآن علی زندگی سکھاتا ہے۔ آسمو کے ساتھ و علمو المعالمات شرط لازم ہے ہمارا
سرور آسمائے نامدار احمد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب مد اگر مجھے شیر خدا کی بے
ادبی اور انکی ناراضگی کا خوف نہ ہوتا تو یہ بھی کہہ دیتا کہ آپ کے بھی مسلمہ اللہ
کیا عمدہ فرماتے ہیں۔

کن ابن من شئت وکتب ادبا یغنی عن عمود الاعراب
ان الفتن من یقول ہا انا ذا لیس الفتن من یقول کان ہا
دوسری طرف فرماتے ہیں (ایہا الفاضل) وکتب ادبا یغنی عن عمود الاعراب
بندہ عشق منشی تک لب کن حامی کہ دیوہاہ فلان ابن فلان چیز کثرت

ان فی ذالک لآیات لا ولی الا فیہ اگر آپ حضرت علیؑ کا قول سکر بھی پڑم سلطان سلووی کا وظیفہ تھے ہیں تو مجھ کو عرض کرنا پڑے گا کہ

تخصیصا لعلی و انت نظیرہ **ہن العجمی فی المیاسن بالبع**

اگر حضرت علیؑ فداہ ابی و امی کا حکم نہیں مانتا تو خدا تعالیٰ کا حکم مانتا پڑے گا قال اللہ تبارک و تعالیٰ (۱) انا فی النہ فی الصور فلا التباہیم یومئذ ولا ہم یستأمنون (۲) انا جعلنا قیامہ و شعوبنا لتعارفوا ان الکریم عند اللہ انقلم (۳) انوح علیہ السلام سے یاد دہانہ ہو اگر کریم کی ستھارش کی نادر علی نوح و یہ فقال رب ان آمن علی و ابن و علی و علی و انت احکم الیہ اکمیں۔ تو اے عتاب ہوا قال یا نوح اللہ لیس من یصلہ من ذلک علی علیہ صلاۃ (۴) ابراہیم علیہ السلام نے اولاد کے لئے استخار کی و قال و من ذریعتی اجاب اللہ کا مثال عہدی الظالمین یا حبیبہ علی کے بغیر جو میرے قریب ہے سو دیکھ لے گا۔

اللہ شاہد ہے کہ میں اہل بیتؑ کو دوست ہوں و کئی جا اللہ شہیدان ان کا مدح ہوا ان کے دشمن کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن جانتا ہوں۔ اللہ کا دشمن جانتا ہوں اسی طرح سادات عظام کی محبت میرا جزو ایمان ہے بشرطیکہ شرف آجائی۔ کے ساتھ شرف ذاتی سے بھی مشرف ہوں۔ اسلام کی تعلیم کے عاشق ہوں تاکہ کشتہ اسلام کے رُبوئے واسے ۶ بدنام کنندہ نیکو نام سے چند۔ جائے اوصاف ہے۔ کہ باپ کا فرزند میرا جیسا نہیں ہو سکتا۔ باپ کی رضا و مصلحت نہیں کر سکتا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد ہو کر ان کے نقش قدم پر نہ چلنے والا ان کی رضا حاصل نہیں کر سکتا۔ ہاں بیک بہود و لغوارے کی طرح کفارہ کا قائل نہیں ہوں۔ کہ حضرت حسین علیہ السلام میدان کر بلا میں شہید ہو گئے۔ اور سادات و موروثہ میں لو اس عمل سے نجات مل گئی۔ بہشت کا جائزہ لے لیا۔ یہ وہ عاشق تو ہو و اور فضاہی بھی کرتے تھے (۱) ان یمن علی الجسد الا من کان ہو و لا و فضاہی (۲) ان تمسک النوا و الا یا تمسک و ذات (۳) نحن ربنا اللہ و جلالہ ہے میری

اہل بیت کے ساتھ دشمنی کی حقیقت جس پر کہ آپ بمقدور آتش زیر پا ہو رہے ہیں۔
میرا مشرب۔ مگر اہی سے صراط مستقیم کی طرف لانا چاہتا ہوں۔ گناہوں سے بچنا چاہتا ہوں۔
ہوں قرآن سنا تا ہوں۔ بہایت کرتا ہوں۔ جو تک از سر دین کے یہ لوگ وغیرہ میں
آل نبی ہونے پر نازاں ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ سرور دو عالم صلعم کے بیچ مضمون
میں خفت المصدق بنیں۔ تاکہ حضور موقر السور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح
مہارک الہیہ بہرہ ہو کہ موجب نزول برکت ہو۔ میرا یہ واعظ ہوتا ہے اور
الغفار اللہ ہوتا رہے گا۔

عقیدہ فاسدہ کی اصلاح۔ اب میں ان دو افراد بنوا میر کے متعلق عرض کے کرتا
ہوں۔ جن کو صاحب مضمون نے تاحق کو سا ہے۔ گالی گلوچ نکال کر دل کا بخار نکالا
ہے دل کے پھپھو نے پھائے جن کے نام نامی کا تاوک آپ کے جلو کے پار ہوتا ہے
اور قرآنی پیشینگوئی (لیغیظ جھم الکفاح) کے مضمون کی صداقت اظہر من الشمس
ہو رہا ہے۔ وہ کون حضرات میر سے مدوح میر سے مولا حضرت علی اکرم علیہ السلام
کے مدوح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے حضرت عثمان بن عفان رضی
اللہ تعالیٰ کی شان شاہاں میں جو کلمات آپ نے استعمال کئے وہ انکی کمالیت
پر دل وال ہیں۔ اور آپ کے طرف پر۔ من اللہ فام تدر شہ ما فیہ ۱۲ از کونہ ہاں ترا
و دیگر درخت۔ پتہ ہے صف

قد شبل کی داغ کیا جانے بوسے گل بد داغ کیا جانے
میشک میں ان کی تعریف کرتا ہوں۔ ان سے محبت رکھتا ہوں۔ کون حقیقی مسلمان ہے
جو ان سے محبت نہیں کرتا۔ بھلا جس سے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم رحمہ الہی
عالمی اہمیت کریں۔ جس سے فرشتے جیا کریں۔ جو عشر مبشرین من الجنۃ میں سے ہوں
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد ہوں۔ ذی النورین ہوں۔ آپ کی دو جگہ گوشہ
علیہ السلام کی دو جگہ بارہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی دو جگہ کی خدمت
کا جس کو غریب حاصل ہو کیا ان سے محبت نہ کروں یہ ہے اس مدوح سکھ و صاف

دماغ کا شہ اور ان کے حسن کمال کا ایک خال پھر محبت کیوں نہ کروں۔ یہ سچ ہے
چل غرض آمد ہنر پوشیدہ شدہ صد حجاب و دل بسوئے دیدہ شدہ

و قطع قتل کے موقع پر شیر خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہی تھے جنہوں نے اپنے دونوں
صہبزاؤں حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو وروانے کا تحفظ بنایا تھا اسکے
عدم علم میں جب قتل ہو گئے تو ہر دو صاحبزادوں کو عتاب کیا۔ طمانچے مارے۔

(عن محمد الحنفیۃ بن علیا قال یوہا رجل لعنة الله متوکل عثمان فی المہل
والجہل) جن کی وفات حسرت آیات حضرت علیؑ جیسے جوانمرد کو غمزدہ کر دے حضرت
علیؑ بھی ان کے قاتلوں پر لعنت بھیج بھٹکار کریں۔ بھلا مسلمان ان سے محبت نہ کریں
تو کیونکر مسلمان کہلا سکتے ہیں۔

اسکے علاوہ امیر معاویہؓ کے متعلق بھی اپنے زعم باطل کی اصلاح کر لیں مجھے اگلے
ساتھ بھی دشمنی نہیں بلکہ حسن اعتقاد ہے۔ صرف اس لئے نہیں کہ رسول اکرم صلی
اللہ علیہ وسلم کے اصحابی تھے۔ بلکہ اس لئے بھی کہ حسن علیہ السلام نے بھی خلافت حبیب
اہم کام ان کے سپرد کیا۔ ان کو خلافت کا اہل جاننا۔ دیکھو شرائط صلح میں پہلی

شرط کے یہ الفاظ تھے (ان یعمل بکتاب اللہ و سنتہ رسولہ و یشہدوا بخلقنا)

الراشدین) میں کہی یہ تو اعتقاد نہیں کر سکتا کہ حسن علیہ السلام نے ڈر کر خلافت

دید ہی ہو کیونکہ علیؑ کے پیٹھے تھے حسین علیہ السلام کے بھائی تھے۔ اگر امیر معاویہؓ میں

ذرا بھی فسق و فجور کا شائبہ پارتے تو نیابت رسول مقبول کا عہدہ اس کو نہ دیتے۔ کیا

حضرت امام حسینؑ رضی اللہ عنہ ان کا یرمان کم تھا جس نے یرید کے فسق و فجور کے باعث

اپنی کسی ذاتی غرض سے نہیں بلکہ دین منہن کی خاطر ایمان کی خاطر حق کی خاطر اسلام

کی خاطر جان و مال و عیال قربان کر دیا۔ اگر معاویہؓ برا تھا۔ فاسق تھا۔ تو نیابت

رسول کا عہدہ جس شخص نے اس کو عطا کیا ان کے حق میں آپ کے ان فتوے دینے

اگر تاہم نگاہ دے اپنے رسالہ کے اور اس عہدہ کرتے وقت اپنے دل سے کیا ہی ہو سکتا

ہوتا۔ تو کیا خوب تھا۔ اس لئے بسیدہ ابن جوزیؒ کا قول (ان حسن بن علیا باطل باد)

من اور بعت من قریش عامہ بن ولید مسافر بن ابی عمرو بن سہیل بن العباس بن عبد المطلب
قتل کر کے معاویہ کو والد النزا قرار دیا اور صلہ کی بھر اس نکالی۔ اسکی حقیقت سنئے

انہی کو انہ میرے میں بڑی دور کی سچی۔ ذرا گردن جھکا کر گریبان میں منہ ڈال کر نیچے
تو دیکھیں کیا نظر آتا ہے۔ کیا آپ کے غیب میں عورت زانیہ مجرم ہے۔ اور مرد زانی
مواخذے کے قابل نہیں۔ یہاں تو جو الزام ام معاویہ پر عائد ہوتا ہے۔ اس سے بڑھ کر
عباس ہاشمی قابل گرفت ہیں اور ٹھیکہ لاکھرواڑہ و ذرا خوی امیر معاویہ
بری الذمہ۔ افسوس کہ حضرت عم رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو زانی قرار دیتے وقت
شرم نہ آئی حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روح مبارک ایسا عقیدہ رکھنے والوں
پر کتنی لعنتیں بھیجتی ہوگی۔ بنی ہاشم کے دوست و ذرا آنکھیں کھول کر دیکھو۔ اپنے معنوں
کے شعروں کا ترجمہ کرتے وقت تو عروس شب بخ کی طرح شرمانے لگے۔ مگر عباس بن
کوزانی جتنے شرم نہ آئی۔ یہی بنو ہاشم کی محبت طرفہ یہ کہ امام حسن کو بھی نہ چھوڑا وہ
خلعت افراش النبی ولدت علیہا کا فقرہ امام معصوم کے نامہ نامہ و مکرنا کتنا جرم
ہے۔ یہ ویدک دہرم نہیں۔ قرآنی شریعت میں کسی کو والد النزا کہنا ایسا ہی جرم ہے
جیسا کہ کسی کو زنا کی بھرت لگانا۔ ہر دو صورت قابل مواخذہ ہیں

فیث عقرب نہ اذ پئے کین است معصنای مطبع پیشانیست

امیر معاویہ کی والدہ کے اعمال کی پڑتال ہمارا فرض نہیں تاہم اس واقعہ کے جعلی
پوسلے میں اس قدر کہہ دینا کافی ہے۔ کہ امام مفسرین متعلق اللفظ ہیں کہ فتح مکہ کے
دن جب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم مسونات سے بیعت لینے لگے تو فرمایا
قلن لا یسوقن ولا یخونن۔ اقرار کرو کہ ہم جو رہی نہیں کر سکی اور زانیہ نہیں کر سکی
ہندہ زوجہ ابوسفیان ام معاویہ ہی جتنی جس نے نہایت ادب سے عرض کی (او
نونی الحوق) کیا جبرہ عورت بھی نہ کر سکتی ہے۔ زمانہ جاہلیت میں بھی اس کے نزدیک
و نہ ایسا محبوب تھا کہ زنا کو تو بیع حریت کے خلاف ظاہر کر رہی ہیں اور لونڈیوں کی
وصف بتا رہی ہیں جو جب حضور انور نے فرمایا کہ (لا یأتین البھتان) ہم

بہتان نہیں باندھینگے۔ تو عرض کی واللہ ان الجہتان کا مٹی قبیح و مائع نامور نا
الاکا لہر مثل و مکادہ اخلاق خدا کی قسم بہتان یہی چیز ہے اور آپ ہمیں مکادم
اخلاق سکھاتے اور راہ ہدایت دکھاتے ہیں۔ بھلا اپنے ایمان اور اس عورت کے
ایمان کا موازنہ تو کریں۔ ہر دو کو مقیاس قیاس میں لاویں۔ وہ تو بہتان کو امر قبیح
بتا دیں نہ نالوثلیوں کی وصف سنا دیں۔ آپ امام حسین علیہ السلام پر بہتان باندھتے
ہیں۔ عباسؑ کو زانی کہتے ہیں۔ ایک واقعہ یاد آگیا۔ کسی کو کسی کے ساتھ دشمنی تھی
مگر برات آ رہی تھی۔ سانسے جا کر اپنی ٹانگ کاٹ کر پھینک دی۔ اور کہنے لگا تاک
اٹی کیا ہوا برات کا شگون تو بڑا کر دیا۔ ہمسائے کی دیوار گرے۔ چاہے خود نیچے
ب کر میں۔

اللہ مبلغہم من العلم۔ ۶ برس عقل و دانش بیاد گر لیست۔ امیر معاویہ
امیر عثمانؓ کو گالی گلوچ اور سب و شتم تو آپکا مذہبی فرض تھا۔ مگر تعصب نے
باندھا کر دیا کہ دوست و دشمن کی تمیز نہ رہی۔

کو چشماں خود نہ بیند آفتاب کو راز آفتابش صد حجاب
میں ہے کہ ارذل جانور بھی اندھیرے میں اپنے مالک کو پہچان لے اور محب دوست
من میں تمیز نہ کر سکیں۔

اگر ختم حال تو عاقل بود بہ از دوستدار کہ جاہل بود
ن کے مذہب و اعتقاد پر بے جا حملہ کرنا اچھا نہیں۔

ہر و خود آئیں کہ عیب بین گردن جو خام بر سخن هیچ کس مدار انگشت
ب صراط مستقیم اختیار کرنا چاہتے ہیں تو اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم احسان علاج و علاج
علم کی دشمنی چھوڑ کر ان کی محبت اختیار کریں۔

باش در حبیب ہند ایشان مقیم درہ باشی ہجو شبہاں ربیم
اند کے یا تو ختم کہل تر سحرم دل پاندہ خوی ہر نہ سخن بیکہ
سلطان و مصلحت و بیکہ گوشت ہائی سکون و قی
(باقی)

سلائے ناوید

چھپ رہا ہے خاک میں آگ میر شب تاب تو
دل کی منزل سے نشان پائے مہاں گم ہوا
عہد جوانی کا گلا ہے اک بیان زندگی
زندگی کہتے ہیں جس کو عمر بھر کی قید ہے
مخل الفت سراپا خامشی کا نام ہے
انتہائے دید بھی ایک بوند دیدار ہے
یہ وہی دید ہے کہ جس کا میں سائل ہوا
دل جو ڈٹا چھ فریب جاوے دیدار سے
جس کو غافل ٹو ہے سمجھتا تو میر گل کا نام ہے
خمن مستغنی ہے لیکن ناچہ شب گیر سے
وہ نہ دیکھوں جھلک سی جیسے چھپتے ہیں حسین
بلجہانی ہے وطن ہونے کے اک تفسیر ہے
آرزو سے جل اٹھی آہ! میری کشت آرزو
اک عید نارسا سے بھر گئی دل کی کلی
مائیہ دل کو میر سے بے ماگی پر ناز ہے
حسرت حیدار میں سو آرزو پوشیدہ ہے
رو بہا ہوں تجھ کو لے گل جان سے بیزاہ ہوا
باز لیلے را فدائے روتے لیلہ کردہ ام
اسفل عالی نظر ہوں نفیس کا ہم راز ہوا

پھلے دلکش تھا دنیا اب دلبر نایاب تو
جان کو تنہا چھوڑ کر وہ رونق جان گم ہوا
بے نشان ہو کر ہے مذا کچھ نشان زندہ
طائر دل یاں سراپا آرزو کا صید ہے
موت یعنی زندگی کا آخری انعام ہے
یہ تو بلکہ اور الٹا جان کا آزار ہے
یعنی بے دل ہو کے دل سے ناقص گل ہے
گر پڑا ہو گرجا میں نالہ صفت ارست
لالہ ہو اک شاخ دل کا دغ میں سولا لبت
گر یہ طوفان طلب جاوے تو غمر سے
ہم کو تو پیوہ یہی پیر رہیں کیوں پیر وہ
ترک معنی سے ہو یا لطف لفظ گیسر ہے
خود ڈایا رنگ نے، یعنی جمال رنگ و بو
اس چین کو ماس ہے آتی ہوا کچھ یاس کا
جو مبارک وصل سب کو بھگو فرقت ساتھ آ
آہ! یہ دل ہے کہ گور لیلہ نے ناوید ہے
چھپتا پھر تاروں کہیں غشی سے دیدار ہوا
یعنی معنی را بہ روتے لفظ پیدا کردہ ام
درد کا انجام ہوں اور درد کا آغا ہوا
(یہ خود)

اخلاص کی ایک زندہ مثال

اسی قسم کے خلوص نیت سے زیادہ تراشاعت اسلام ہوتی ہے

غیر میں جا کے چین سے بیٹھیں خدا پرست
ہر روز گرم رکھتے تھے میدان کارزار
سلم کشی تھا کام فقط ان کا ان دلوں
لیکن چراغ دین بھی طوفان کے سامنے
رشک کلیم و علیؑ کے قدموں کے فیض سے
تنہا کہیں بدوان ہوئے شب کو مرے تھے
کافر تھا ایک تاک میں بیٹھا ہوا کہیں
لہجہ پٹ کے تیغ و دودھ سے کیا مت کر
چھاتی پر چڑھ کے چاہا علیؑ کے تیغ سے
کافر نے تھوکا دوسے منور پر اور کہا
چھٹ پٹ ہوئے علیؑ تیغ پھینک کر
قوس نے جو تھوکا منہ پر تو دل میں ہوا الال
شامل جو عجب کہ کابر خدا میں تو جان کر
نیت کرو درست کہ خالص ہو دین حق
خود بین ہوئی جو نگہ خدا میں نہ پھر سی
کافی نے پھر تو عرض کی کلمہ پڑھا ہے

کفار کو مال پر شام و سحر تھا
ہر وقت ایک فتنہ اٹھانا ضرور تھا
تھے وہ خدا پرست ایسی تہ قصور تھا
روشن تھا روز و شب کہ خدا کا وہ نور تھا
شراب تھا وہ کہ شان تجلے کا طور تھا
وہ مرتھے کہ باب علوم حضور تھا
اویس کہ مومنوں سے یہ کئی نفور تھا
دھم سے گرازمین پر کہ زنجوں سے جود تھا
تن سے جدا کر دے جو سہرہ پر غرور تھا
مجاؤں تیرے ہاتھ سے دل کا سرور تھا
فرمایا تیرا قاتل شریعت سے دور تھا
یعنی یہ راہ حق میں نفس کا غور تھا
نیت رہی نہ صاف نفس کا غور تھا
ارشاد یہ خدا کا، وہ حکم حضور تھا
اسی سے جو علیحدہ ہوا بے شعور تھا
یہ دین خاص رحمت رب غفور تھا

پورب سے لیکھ لکھ یہ ایک نہ حل ہوا!

یہ جبر تھا کہ شیعہ ہدایت کا نور تھا؟

(تجوید)

ابن سعود اور انگریزوں کا معاہدہ ابن سعود کی بے بسی کا ناقابل انکار ثبوت

(از مولانا سید حبیب ضلک اخبار سیاست لاہور)

شیخ ہم وہ معاہدہ من وعن ناظرین کرام کے پیش کرتے ہیں جو ابن سعود اور انگریزوں کے مابین ۱۹۱۵ء میں ہوا اور جس کی تصدیق سنہ ۱۹۱۶ء میں ہوئی وہ ہوا۔

جو اگر حکومت عالیہ برطانیہ اور نجد و احساء قطیف جبیل احسا کے ملحق مقامات کے حاکم عبدالعزیز عبدالرحمن بن فیصل السعود کی خود اپنی اٹوا اپنے درشا اور قبائل

کی طرف سے ایک عرصہ سے خواہش تھی کہ طرفین برطانیہ اور ابن سعود میں جتنی

بہ دور ہم کی تجدید و تائید ہو جائے اور یہ یقین کے اعراض و مقام کا ایک حصہ

ہو جائے اس لئے حکومت برطانیہ نے سر پرستی کا اس یا القابہ نمایندہ برطانیہ

خلیج فارس کو سلطان ابن سعود سے مذکورہ بالا معاہدہ طے کرنے کیلئے اپنا وکیل مقرر

کیا چنانچہ مذکورہ ابن سعود میں حسب ذیل امور پر معاہدہ طے ہوا۔

وقفہ اول حکومت برطانیہ اعتراف کرتی ہے اور اس امر کے تسلیم کر لیتی ہے

کوئی عذر نہیں ہے کہ علاقہ جات نجد احساء قطیف جبیل اور خلیج فارس کے ملحقہ

برطانیہ کا مخالف نہ ہو اور شرائط مندرجہ معاہدہ ہذا کے بھی خلاف نہ ہو۔
 دفعہ دوم۔ اگر کوئی اجنبی طاقت سلطان ابن سعود اور اس کے ورثہ کے ممالک
 پر حکومت برطانیہ سے مشورہ کئے بغیر یا اس کو ابن سعود کے ساتھ مشورہ کرنے کی
 فرصت دے بغیر حملہ آور ہوئی تو حکومت برطانیہ ابن سعود سے مشورہ کر کے حملہ آور
 حکومت کے خلاف جس سعود کو امداد دے گی اور اپنے حالات کو ملحوظ رکھ کر ایسی تدابیر
 اختیار کرے گی جن سے ابن سعود کے اغراض و مقاصد اور اسکے ممالک کی بیہودہ
 و محفولہ ہو سکے۔

درجہ سوم۔ ابن سعود اس معاہدہ پر راضی ہے اور وعدہ کرتا ہے کہ
 (۱) وہ کسی غیر قوم یا کسی سلطنت کے ساتھ کسی قسم کی گفتگو یا سمجھوتہ اور معاہدہ
 کرنے سے پرہیز کرے گا۔

(۲) ممالک مذکورہ بالا کے متعلق اگر کوئی سلطنت دخل کرے گی تو ابن سعود فوراً حکومت
 برطانیہ کو اس امر کی اطلاع دیگا۔

دفعہ چہارم۔ ابن سعود یہ کہتا ہے کہ وہ اس عہد سے بھرے گاہنین اور وہ ممالک
 مذکورہ یا اس کے کسی دوسرے حصہ کو حکومت برطانیہ سے مشورہ کئے بغیر بیچے نہیں
 رکھے مستاجری یا کسی اور قسم کے تصرف کرنے کا مجاز نہ ہوگا اس کو اس امر کا اختیار
 نہ ہوگا کہ کسی حکومت یا کسی حکومت کی رعایا کو برطانیہ کی مرضی کے خلاف ممالک مذکورہ
 بالا میں کوئی رعایت یا امتیاز بخش دے۔ ابن سعود وعدہ کرتا ہے کہ وہ حکومت
 برطانیہ کے ارشاد کی تعمیل کرے گا اور اس میں اس امر کی قید نہیں ہے کہ وہ ارشاد
 اس کے مفاد کے خلاف ہو یا موافق۔

دفعہ پنجم۔ ابن سعود یہ کہتا ہے کہ مقامات مقدسہ کے لئے جو راستے اس کی سلطنت سے
 ہوا گزرتے ہیں وہ باقی رہیں گے اور ابن سعود حجاج کی آمد و رفت کے زمانہ میں
 ان کی حفاظت کرے گا۔

دفعہ ششم۔ ابن سعود اپنے پیشتر و ملاطین نجد کی طرح عہد کرتا ہے کہ وہ علاقہ

جات کویت۔ بحرین۔ علاقہ جات دوسرائے شیوخ اعراب عمان کے ان ساحلی علاقہ جات اور دیگر طہقہ مقامات کے متعلق جو برطانوی حمایت میں ہیں۔ اور جن کے حکومت برطانیہ کے ساتھ بروئے معاہدہ کسی قسم کی مداخلت نہیں کرے گا ان ریاستوں کی حد بندی بعد کو ہوگی جو برطانیہ سے معاہدہ کر چکی ہیں۔
 دفعہ ہفتم اس کے علاوہ حکومت برطانیہ اور ابن سعود اس امر پر راضی ہیں کہ طرفین کے بقیہ باہمی معاملات کے لئے ایک اور مفصل عہد نامہ مرتب و منظور کیا جاوے گا
 مورخہ ۱۸ صفر ۱۳۳۷ھ
 ۲۶ نومبر ۱۹۱۵ء

بہرودستخط عبدالعزیز السعود
 دستخط بی بی ذیہ کاکس وکیل معاہدہ ہذا و نمائندہ برطانیہ خلیج فارس
 دستخط چیمبرلین و نائب ملک معظمہ وائسرائے ہند
 یہ معاہدہ وائسرائے ہند کی طرف سے گورنر آف انڈیا بمقام شہر ممبئی ۱۹۱۶ء
 کو تصدیق ہو چکا ہے۔
 دستخط اسے۔ ایچ۔ گرانٹ سیکرٹری حکومت ہند شعبہ خارجہ و سیاسیات

اس معاہدہ کی تکذیب کرنا حقیقت کا منہ چرانا ہے۔ اسکی رو سے جو شرائط ابن سعود پر عاید ہوتی ہیں ان میں سے ذیل کی تین باتیں باخسوس نگر کی تخلیق ہیں۔
 اول دھواہل کے حصہ انھری کے بموجب ابن سعود کے ورثہ پر ہیں کہ معاہدہ
 سدا کی موافقت کریں اور برطانیہ کے مخالف نہ ہوں ورنہ وہ سلطنت
 کے مخالف ہوں گے

یعنی نہ صرف ابن سعود خود غلام ہے بلکہ اس نے اپنی اولاد کو بھی غلام بنادیا۔
 دوم دھواہل کی شرط اول یہ ہے کہ ابن سعود انگریزوں کے سوا کسی غیر قوم
 سلطنت سے کسی قسم کی گفتگو کا سمجھوتہ یا کسی قسم کا معاہدہ نہیں کرے گا

یہی قسم کی ذلتاں کن قید دربار کاہل پر عاید تھی جس کے خلاف ایمہہ کاہل نے چہاؤ کیا اور وہ آزاد ہوئے رہن سعود کی ذلت کی یہ انتہا ہے۔

سوم و فہ چہارم کے چند الفاظ ملاحظہ ہوں جن کی رو سے ابن سعود برطانیہ کی اجازت کے بغیر اپنی ملک کے کسی حصہ کو رہیں نہیں رکھ سکتا: بیع نہیں کر سکتا: اور بیع کے طریق پر نہیں دے سکتا۔ کسی کو کوئی رعایت نہیں دے سکتا اور کمال یہ ہے کہ وہ برطانیہ کے ارشاد کی تعمیل کر لیا بغیر وہ ارشاد اس کے مفاد کے خلاف ہو یا موافق خدا مانور کیجئے کہ ایسا شخص آزاد کہلا سکتا ہے۔ کیا وہ اس قابل ہے کہ خواہ اس نے قبیہ نہ گرائے ہوں۔ مساجد کی بھیر متی نہ کی ہو۔ اماکن مقدسہ کی تخریب کا مجرم نہ ہو: سفاکانہ خونریزی فرزند ان اسلام سے اسکا واسن آلودہ نہ ہو۔ وہ حجاز کا محتلاً بنا یا جائے حکم ختم ہو: اگر تو یہ ہے۔ کہ مشرکوں کے اثر سے حزیقہ العرب کو استوار رکھو اور ہمارے بھائی یہ چاہتے ہیں کہ ایسا شخص حاکم حجاز ہو جو غیر مسلموں کے ہاتھ اپنی ذات اور اپنی اہل اولاد کو بیچ چکا ہے۔ اور جو اپنے ملک میں تواب بہا و لیور کے برابر بھی آزاد نہیں۔

میں پھر عرض کروں گا کہ اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ ابن سعود نے وہ تمام گناہ نہیں کئے جو حامیاں شرع مبیں اس کے ذمہ لگاتے ہیں تو بھی کیا یہ اس قابل ہے کہ اس معاذ کے بعد اس کو جزیرۃ العرب کے کسی حصہ کا حاکم مانا جائے چہ جائے کہ اس کو خاص حجاز کا محافظ تسلیم کیا جائے میرے اہل حدیث بھائی ذرا غور کریں اور بالخصوص وہ حنفی مسلمان جو محض اس نے ابن سعود کی حمایت پر ٹکے ہوئے ہیں۔ کہ وہ اس کو غیر مسلم اثر سے بری جانتے ہیں۔ تفکر و تدبیر سے کام لیں۔

کائنات اس نام کا ماہواری رسالہ تحت ادارت جناب مولوی محمد اسماعیل صاحب پانی پت سے شائع ہوا ہے۔ دنیا کی جدید ضروری معلومات اور دلچسپیوں کا اس میں ذکر ہوتا ہے۔ کاغذ کتابت و طباعت عمدہ سائیز ۲۲x۱۸ ملنے کا پتہ بیچر رسالہ کائنات پانی پت

عن جنزب تال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول الا وان من کما ن قبلکم
کانن یخدنون قبور انبیائهم واما
لحر م مساجد الاولاد تخدن والقبور
مساجد الی انها کہ عن ذالک مسلم
عن عائشۃ ان ام حبیبۃ وام سلمۃ
ذکر فاکنیہ را فتتبا یا الحبشۃ فی القبور
لکن کر تا ذالک النبی صلی اللہ علیہ وسلم
فقال بان اولئک اذا کان فیھم
الرجل الصالح فمات بنوا علی قبره
مسجد او صور وافید ثلاث اھود
اولئک شو اس الخفق عند الله
یوم القیمۃ فتح البدی صفحہ ۱۳۷ عم

عمن جنزب تال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول الا وان من کما ن قبلکم
کانن یخدنون قبور انبیائهم واما
لحر م مساجد الاولاد تخدن والقبور
مساجد الی انها کہ عن ذالک مسلم
عن عائشۃ ان ام حبیبۃ وام سلمۃ
ذکر فاکنیہ را فتتبا یا الحبشۃ فی القبور
لکن کر تا ذالک النبی صلی اللہ علیہ وسلم
فقال بان اولئک اذا کان فیھم
الرجل الصالح فمات بنوا علی قبره
مسجد او صور وافید ثلاث اھود
اولئک شو اس الخفق عند الله
یوم القیمۃ فتح البدی صفحہ ۱۳۷ عم

اللہم لا تجعل قبری وثناً یجبد اللہ الی میری قبر کو اتنا ایسا بنا کہ پوچھا جائے کہ
 تکم غضب اللہ علی قومہ تھن قبر کا غضب اس قوم پر بہت سخت ہے۔
 انبیاءہم صا جد وادہ ایک مراد شوق اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجد بنایا
 حق سبحانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضور نے منع فرمایا کہ قبروں پر گرج کیا جا
 ان رحمہم القیوس وان یکتب علیہا اور ان پر کتابت کی جائے اور وہ پائیل
 وان اتوا کد مرتدی اکی جائیں۔

سورہ بالا احادیث اور ان کے ہم معنی خواہ اور بھی کتنے ہی ہوں۔ پس یہی حشرہ
ہے جس پر مفتیان اعلیٰ و جامعہ ملیہ وغیرہ کو اعتماد ہے۔ اور جسے پھر
پروہ اکابر اسلام کے مزارات منہدم کرنے کا فتوئے دے رہے ہیں۔ باقی تمام

عبادت جو انہوں نے نقل فرمائی ہیں ان میں بھی انہیں حدیثوں سے تمسک کیا لہذا اب ہمیں یہ تحقیق کرنا ہے کہ آیا احادیث مذکورہ بالا سے یہ نتیجہ اخذ کرنا صحیح ہے یا نہیں حدیث نمبر ۲۰۳۰، ۲۰۳۱، ۲۰۳۲، ۲۰۳۳، ۲۰۳۴، ۲۰۳۵، ۲۰۳۶ میں یہود و نصاریٰ پر انبیاء و اعلیٰ کی قبروں کو مسجد بنانے کی وجہ سے لعنت فرمائی گئی ہے۔ حدیث نمبر ۳ میں بلند قبر کو برابر کرنے کا ذکر ہے۔ حدیث نمبر ۷ میں قبروں کو بچتے کرنے سے انہی ہے۔

ان احادیث کو بزرگان دین اور صلحا و انبیاء کے قبہ ہائے مزار سے کیا تعلق ہے اتنا تو اردو جاننے والا بھی محض ترجمہ سے سمجھ سکتا ہے۔ یہود و نصاریٰ پر انبیاء و صلحا کی قبروں کو مسجد بنالینے پر جو لعنت فرمائی گئی اسکا سبب کیا ہے۔ احادیث کے شروع کی طرف ہاتھ بڑھانے سے قبل پانچویں اور چھٹی حدیث پر نظر کرنے سے یہ بات صاف ہو جاتی ہے۔

پانچویں حدیث میں حضور النور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ ارشاد فرمایا کہ ان لوگوں کو اتنا یہ دستور تھا کہ جب ان میں کوئی مرد صالح انتقال فرماتا تو وہ اسکی قبر پر مسجد تعمیر کرتے اور اس میں ان کی تصویر بناتے وہ اللہ تو اسلے کے نزدیک روز قیامت بدترین عنت ہیں اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ ان کا قبور انبیاء پر مسجد بنانا ان قبور یا تقویر کی عبادت کے لئے تھا اور یہ بیشک مستحق لعنت ہے۔

چھٹی حدیث میں اس سے بھی زیادہ عراحت ہے۔ کہ ارشاد فرمایا یا رب میری قبر کو بت نہ بنانا کہ پوجا جائے۔ اللہ کا سخت غضب ہے اس قوم پر جس نے انبیاء کی قبور کو مسجد بنایا اس حدیث سے بتا دیا کہ قبروں کو مسجد بنانے کے یہی معنی ہیں کہ انکی عبادت کی جائے یا کم از کم انہیں قبلہ بنا کر ان کی طرف نماز پڑھی جائے جیسا کہ ابو مرثد غفوی کی حدیث میں ہے۔ کہ حضور نے فرمایا (۱) تجلسوا علی القبور ولا تقبلوا الیہا کہ قبروں پر بیٹھو نہ الکی نماز ادا کرو۔ اس سے خاص قبر کے اوپر نماز بھی ممنوع ہوتی کہ اس میں جلوس علی القبر ہو گا اور قبر حق مقبور ہے و القبر حق المقبور اور اسبوجہ سے حضور نے یہود و نصاریٰ پر لعنت فرمائی اور اس سے اپنی امت کو تنبیہ فرمائی۔ ہر مسلمان

کا ایمان ہے اور ہر مومن قبر کی عبادت کو شرک جانتا ہے مولا اللہ کون ہو مسجد جو
 کہ قبر کو معبود بنائے۔ مسلمانوں پر افتراء ملک گیری کے لئے انہیں مشرک ٹھہرا کر پتہ
 کرنے اور ان کے ملک مال لوٹنے کا رعبہ ہے۔ پس جن احادیث میں بتاؤ کی
 مخالفت ہے اور ان سے بھی کبھی بنایا ہے۔ یہ حدیث انکی بہترین شرح ہے
 خلاصہ یہ کہ احادیث مذکورہ بالا سے قبہ کی حرمت کیا ثابت ہوتی جبکہ ذکر ملک
 اور ان میں نہیں ہے۔ مسجد مسجد کی حرمت بھی ثابت ہوتی جو قبر کے قریب عبادت
 الہی کے لئے بنائی گئی ہو۔ ائمہ محدثین نے بھی ان احادیث کا بھی مطلب سمجھا ہے
 شیخ العمر اوحد الحافظ قاضی القضاۃ علامہ ابو الفضل شہاب الدین ابن حجر عسقلانی
 شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ فتح الباری شرح صحیح البخاری میں فرماتے ہیں۔

قال البيضاوي لما كانت اليهود والنصارى ليسجلن من القبور الأبنياء
 تعظيماً لشأنهم ويجعلونها قبوراً
 يتوجهون في الصلوة نحوها
 أو تخلواها أو ثأناً لعنهم مؤمنين
 عن مثل ذلك قال من اتخذ سجداً
 في جوار صالحي وقصد التبول عليه
 منه لا تعظيم له والتوجه
 نحوها فلا يدخل في ذلك أو
 فتح الباری ج ۲ ص ۲۱۱

بیضاوی نے کہا جبکہ یہود و نصاریٰ انبیاء
 السلام کی قبروں کو نیت تقسیم سمجھ کر تھے
 اور ان قبور کو قبل بنا کر نماز میں انکی
 طرف منہ کرتے تھے اور انہیں بت بنا کر
 بوجہ تھے۔ تو اللہ اور رسول نے ان پر لعنت
 فرمائی اور مسلمانوں کو ایسا کرنے سے منع فرمایا
 لیکن جس شخص نے کسی صالح کے عزائم کے
 قریب بقصد تبرک یا سحر بنائی اور نیت
 تعظیم یا از اس کی طرف منہ کر کے نماز کی
 اور عید میں داخل نہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ ہر مومن کے عزائم کے قریب تبرک کی نیت سے سجدہ بنانا
 جائز ہے اور حدیث میں دیکھی مخالفت نہیں۔ اس سے قبول کا جواز مستفاد
 ہوتا ہے۔ کیونکہ مخالفین کے نزدیک سجدہ وقبر کا ایک حکم ہے۔ چنانچہ وہ ہنوم نے
 مسجد کے عدم جواز سے قبول کے عدم جواز پر استدلال کیا ہے وہ سجدہ

کا جواز قبول کے جواز کی دلیل ہوا جو تحلیل یہ ہے کہ یہ وعید ان

یتناول من اتخذ قبورہم حصا منہم
تعظیماً ومغالاة كما صنع اهل الجحیم
وحرہم ذلک انی عبداً وحقہ ووفیال
من اتخذ امکنۃ قبورہم مساکن یکنون
تبنش وتکونی عظامہم فہذا یتخص
بالانیا ءو بلحق بہم تبعاعہم و
اما الکفرۃ فانہ لا حرج فی تبنش قبور
ہم اذ لا حرج فی العاکفہم
فتح الباری جلد ۲ صفحہ ۲۷

نیز اس میں ہے دعا یکولاً من الصلوۃ
فی القبور یتناول ما کذا وقعت الصلوۃ
علی القبر او فی القبر او بین القبرین
فی ذالک حدیث رواہ مسلم من
طریق ابی ہریرۃ الغنوی مرفوعاً
یحسبوا علی القبور ولا تقبلوا لہا
او علیہا ثلث ولس ہو علی شریط
البخاری فامشاکم الیہ فی الترحیم
اولاً معہ اثر عمر الدال علی ان النہی
عن ذلک لا یقتفی فساد الصلوۃ
فتح الباری جلد ۲ صفحہ ۳۱

ایسا ہی امام بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی نے عمدة القاری شرح بخاری میں
فرمایا اور ایسا ہی حضرت علامہ قاری نے مرقاة المفاتیح شرح مشکاة مصابہ

میں تحریر فرمایا۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں
 والمحقق بن علیہا المساجد والمساجد لعنت کرمہ ست رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
 کہانی تاکہ میگویند بر قبور مسجد بالمذبحی مسجد و برندگان بجانب قبر بقصد تعظیم (اشعۃ اللمعات
 صفحہ ۳۷۶ طبع النبوة) مراد از اتخاذ قبور مساجد مسجد کردن بجانب قبورست و میں
 ہر دو مقدر متصورست یکے آنکہ مسجدہ بقبور اند و مقصود عبادت آل دارند
 چنانچہ بت پرستوں بمعنی پرستند۔ و ہم آنکہ مقصود و منظور عبادت موسیٰ
 تعالیٰ دارند و لیکن اعتقاد کنند کہ توجہ مقبور ایشان در نماز و عبادت موجب قرب
 و رضائے وے تعالیٰ است و موقع عظیمست نزد حق تعالیٰ از جهت اشتغال و
 عبادت و مبالغہ در تعظیم انبیائے وے اس ہر دو طریق نامرضی و نامشروعست
 اول خود شرک جلی و کفر صریحست و ثانی نیز حرام و ممنوع از اشتغال بر شرک جلی
 و بر ہر تقدیر لعن مستوجب است و نماز کردن بجانب قبر نبی بامر و صالح بقصد
 تبرک و تعظیم حرامست و بیکس را از علماء حدیث خلاف نیست ہا اگر قرب
 ایشان مسجدے نبا کنند تا نماز گذارند توجہ بجانب آن تا بر کثرت مجاورت بآن موضع
 کہ دفن جسد مطہر ایشانست و نورانیت بامداد نورانیت و روحانیت ایشان
 عبادت کمال و قبول یا بد مخلورے در بیجا لازم مئی آید و با کے ندارد۔ تا جہ جہ
 قبروں کو مسجد بنانے سے قبروں کی طرف مسجدہ کرنا مراد ہے۔ اس کی دو صورتیں
 ہیں ایک یہ کہ خاص قبر و نکو مسجدہ کیا جائے اور ان کی عبادت مقصود ہو۔ جیسے
 بت پرست کرتے ہیں دوسرے یہ کہ مقصود تو عبادت الہی ہو۔ لیکن اعتقاد یہ
 ہو کہ نماز و عبادت میں ان قبور کی طرف منہ کرنا قرب و رضائے الہی کا موجب
 ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا بڑا مرتبہ ہے۔ کیونکہ یہ اللہ کی عبادت
 اور انبیاء کی غایت تعظیم پر مشتمل ہے۔ یہ دونوں طریقے ناپسندیدہ اور ناجائز
 ہیں۔ پہلا شرک جلی اور کفر خالص ہے اور دوسرا شرک کفائی پر مشتمل ہے اور انہیں

سے ہر تقدیر پر امن متوجہ ہے۔ اور انبیاء و صالحین کی قبروں کی طرف تعظیم و تبرک کے ارادہ سے نماز پڑھنا حلال ہے۔ اور علماء میں سے اس میں کسی کو غلام نہیں ہے۔ لیکن اگر ان کی قبر کے نزدیک نماز کے لئے کوئی سجدہ بنائیں۔ نیز اس کے لئے کہ نماز میں ان قبروں کی طرف منہ نہ کریں ماسوائے کہ وہ جگہ جو ان کے جسد مطہر کا مدفن ہے۔ اسکی برکت سے اور ان کی روحانیت و نورانیت کی امداد سے ہماری عبادت کا حل مقبول ہو۔ اس میں کوئی حرج اور کچھ مضائقہ نہیں۔

ان عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ مفتیان جدت طراز نے جو مطلب احادیث سے نکالنا چاہا وہ صحیح نہیں اور انہیں ان احادیث سے استدلال نہیں چوختا اور مختار میں ہے ولا یجھض منہی عند ولا یطین ولا یوغم علیہ بناء و قیل لا بأس به و هو المختار کما فی کما اھتد السکا جیلہ حدیث ۳ ص ۱۱۱ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی اس روایت کا بیان ہے کہ حضور علیہ السلام نے مجھے مامور فرمایا کہ میں جو قصویر پاؤں محو کروں اور جو قبر بلند پاؤں اس کو برابر کروں ماس حدیث سے استدلال کرنے سے قبل مفتی صاحبان پر لازم آتا ہے کہ وہ یہ ثابت کرتے کہ وہ قبور مسلمانوں کی تھیں۔ حرم یہ کہ برابر کرنے سے کیا مراد ہے آیا بالکل زمین سے ہموار کر دینا کہ نشان بھی باقی نہ رہے تو یہ سنت متواتر سے معارض ہے۔ گنبد مجسمہ یہ کہ تقاضا ویر کا ذکر قبروں کیساتھ کیا مناسبت رکھتا ہے جب ان امور کو صاف کر لیتے تب انہیں استدلال کی گنجائش تھی۔ جب انہیں بالاخص عارض کروں۔ یہ بات تو ہر مومن کے لئے یقینی ہے کہ زمانہ اقدس میں مسلمان کی جو قبور بنیں وہ حضور کے علم و اجازت سے کہ عادت شریف دین میں شرکت کی تھی اور اپنے نیاز مندوں کو اپنی شرکت سے محروم نہیں فرماتے تھے۔ تو حقدار قبور زمانہ اقدس میں نہیں محابہ لئے بنائیں جنہوں کی موجودگی

میں بنائیں اور موجودگی نہ بھی ہوتی تو صحابہ کوئی کام لے دریافت کئے کب کرتے تھے وہ کون سے مسلمان کی قبریں تھیں جو ناجائز طور پر اونچائی بنائی گئی تھیں اور ان کے مٹانے کا حکم دیا۔ یہ بات بالکل عقل سے باہر ہے۔ البتہ کفار کی قبریں بہت بہت اونچی بنائی جاتی تھیں۔ جیسا کہ اب بھی انصار کے کی قبریں دیکھی جاتی ہیں حضور نے ڈھلنے کا حکم دیا۔ کما فی الصالح اور کفار کی قبریں ڈھانا جائز بھی ہے مسلمانوں کی قبریں ڈھانا تو نہیں ہے۔

جلد ثانی فتح الباری بخاری شریف یعنی حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میں ہے اھم النبی صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین کی قبروں کے لئے حکم فرمایا وہ اکھاڑ قبور المشرکین قبضت دی گئیں۔

یہ کہاں سے کہا جاتا ہے کہ علی مرتضیٰ وجہ کو مسلمانوں کی قبروں کیلئے حکم ہوا تھا مشرکین کا حکم مسلمانوں پر چسپاں کیا جاتا ہے۔ علامہ ابن حجر کی رحمتہ اللہ علیہ فتح الباری جلد ۲ صفحہ ۲۳۶ میں فرماتے ہیں۔

مل یتش قبر مشرک بالجاہلیۃ ای کیا مشرکین جاہلیت کی قبور اکھاڑی جائیں
من غیرہا من قبور الانبیاء و رسلہا یہ جائز ہے عنوان بات یہ تھا۔ علامہ فرماتے
ہم لہما فی ذلک من الاہانتہ لہم ہیں۔ یعنی ماسوا انبیاء اور ان کے متبعین
نکات المشرکین فانہم لاکھو عندہ کے کیونکہ ان کی قبریں ڈھلانے میں انکی اہانت
ہر دوسری جگہ فرماتے ہیں وفی الحدیث ہے بخلاف مشرکین کے کہ انکی کوئی حرمت
و تصویف فی المقبرۃ المملوکتہ ہا نہیں۔ یعنی حدیث میں دلیل ہے۔ اس پر کہ
والبیعہ و جواز یشق قبور الکرہ جو قبر وہہ اور بیع سے ملک میں آگیا ہو ان میں
اذا لم یکن محرمۃ تصرف کیا جائے اور پورانی بوسیدہ قبریں اکھاڑ
دی جائیں بشرطیکہ محترم نہ ہوں۔

ایمان سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی قبریں محترم ہیں ان کو ڈھانا یا اس میں تصرف ناجائز اور ان کی اہانت ہے۔ قبریں اکھاڑنا حکم مشرکین کی قبریں کیلئے بھی

یہ بالاجمال والاقتصار ان تمام فتوئوں کی حقیقت ہے جو اخبار البحرینہ اور بہارِ مدین میں پہلے
 میں ایک تحریر مولوی سلیمان صاحب ندوی کی اخبار زمیندار میں بھیجی ہے۔ انہوں نے
 قبول کے جواز و عدم سے تو بحث نہیں مگر وہ اس کے درپے ہیں کہ قیے اکثر مفروض
 ہیں۔ لیکن ان کی یہ تحریر بخدی کو جرم سے بری نہیں کرتی۔ کیونکہ بخدیوں نے سنا
 بھی شہید کی ہیں۔ مولوی صاحب نے یہ بھی بحث فرمائی ہے۔ کہ مسجد میں سورۃ
 جن نازل نہیں ہوئی تھی اور مسجد انا اعطینا میں سورۃ انا اعطینا نازل
 نہیں ہوئی تھی۔ میں یہ عرض کرتا ہوں کہ اس بحث چہ معنی دار۔ اگر یہ بھی فرض
 کر لیا جائے تو کیا ان مساجد کا ڈھانا جائز ہو گیا۔ ہندوستان کی کسی مسجد میں
 کوئی صورت نازل نہیں ہوئی تو کیا یہاں کی تمام مسجدیں شہید کردی جائیں
 دوسری بات یہ ہے کہ کسی قبر کا کسی زمانہ میں واقع ہونا آیا مسائل دینیہ اور
 احکام شرعیہ میں سے کوئی ایسا مسئلہ ہے جس کے لئے حدیث صحیح الاستناؤ ضروری
 ہو اور اگر ایسی حدیث نہ ملے تو قبر ہی ثابت نہ ہو۔ ہندوستان میں لاکھوں اولیا
 کے مزار ہیں حدیث کے قاعدہ سے کسی کی اسناد محفوظ و مکتوب نہیں تو کیا یہ ان
 بزرگوں کی قبریں نہیں ہیں اس سے ان کا ڈھانا جائز ہو جائیگا۔ مسلمانوں کا سنا
 بدستور ایک چیز کی نسبت خبر دینا کیا مسلمانوں کے وثوق و اطمینان کیلئے کافی نہیں
 ہے۔ اگر مولوی صاحب ایسا فرمائیں تو حد ہا مثالیں ایسی پیش کی جا سکتی ہیں جہاں
 مولوی صاحب محض نقل و شہرت پر اعتماد فرما کر احکام شرعی جاری کرتے ہیں۔ البتہ
 جہاں نقل مخالف موجود ہو وہاں غور کی حاجت ہوتی ہے۔ اس میں بھی جب تک
 قبر ہو نیک اطفال یقینی نہ ہو جائے اسکو ڈھانیکا جواز محض ادعا ہے جسکی کوئی
 سند مولوی صاحب کے پاس نہیں۔ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قبر مقام
 ابو امین میں بنائی گئی یہ مسلم لیکن اس حدیث پر بھی تو نظر ہے جو طبرانی اور
 ابی یوسف میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ان النبی صلی اللہ علیہ
 وسلم نزل بالجھول کثیراً حزناً و فی رواۃ و هو باث حزین فکام

بہ مکشاً اللہ ثم رجع مسجوداً قال يخاطب عائشة رضی اللہ عنہا سائل
 لبی فاحیا فی امی فامنت بی ثم روہا یعنی حضور انور علیہ السلام قبون میں
 ایک اونچی جگہ ٹھہرے۔ اور اس وقت حضور علیکین تھے۔ اور اگر یہ فرماتے تھے وہاں
 کچھ دیر قیام فرمایا اور پھر سرور واپس تشریف لائے۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا
 سے خطاب فرمایا کہ میں اپنے پروردگار سے درخواست کی۔ اس نے میرے لئے
 میری والدہ کو زندہ کیا پھر وہ مجھ پر ایمان لائیں۔ پھر انہیں واپس کر دیا جہول
 مکہ مکرمہ کا قبرستان ہے۔ جسکو جنت المطی کہتے ہیں۔ اس حدیث سے یہ معلوم
 ہوتا ہے۔ کہ حضرت عائشہ کی قبر مکہ مکرمہ میں ہے۔ اس میں علماء نے اس طرح
 تطبیق دی ہے۔ وقیل جمعاً بین البر وایاتین اقصا دفنت اولاً بالاولیاء
 ثم بنسبت و نقلت الی المکة و دفنت بالجبول کہ پہلے الوائیں دفن کی
 گئیں پھر وہاں سے مکہ کی طرف نقل کر کے جبول میں دفن کی گئیں۔ آثار محمدیہ و
 سیرۃ نبویہ للعلامة سید احمد ذینی و حلالہ فی رحمۃ اللہ علیہ حررین طیبین کی
 طرف اموات کو نقل کرنا وہاں کے برکات سے حاصل کرتے کے لئے سلف میں بہت
 ہوا ہے۔ اب اس قبر کا ذکر اور اس پر متحکم اپنا ہی مضحکہ ہے۔ مکان ہلاؤ کی
 نسبت مولوی صاحب نے بہت تہذیب کے خلاف دل آزار الفاظ استعمال کئے
 ہیں۔ حضور کی ولادت شریفہ کا تذکرہ ان لفظوں میں کیا ہے کہ یہ مقام ہے۔ جہاں
 حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے شکم مادر سے گر کر اس سطح خاکی کو مشرف فرمایا
 تھا (نقل کفر کفر نہ باشد) اگر اسے کا لفظ حضور کے لئے استعمال کرنا ایماندار سے کس
 طرح متصور ہو کیا جرات ہے کہ یہ کلمہ حضور انور کے لئے استعمال کیا گیا۔ یہ ایمان
 ہو تو پھر آثار پیغمبر علیہ السلام کا مثلاً کچھ تعجب نہیں۔ مولد نبی علیہ السلام کا
 مکان بزرگان اسلام اور علمائے دین کا زیارت گاہ ہے۔ اور وہ اس سے
 بزرگ حاصل کرتے رہے ہیں۔

نشاط زندگی

ایک نہایت ہی نفیس اور لذیذ مقوی و مفرح قلب خون صلح گلناری پیدا کرنے میں زور اثر ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے تقویت اعضاء و تیسرہ و کمزوری بدن میں فی الفور فائدہ بخشے والا۔ منعقہ باہ و دیگر کمزوری ہر قسم کے واسطے معجز نما ثابت ہو چکا ہے۔ بچوں کے امراض اور مستورات کے کراچی نقائص مثلاً اسقاط حمل اور میر و نفی چہرہ و غیرہ کے دود کرنے میں نہایت سریع تاثیر جاد و اثر دوائی ہے۔ خصوصاً جن حضرات کے اعصاب اصل میں کمزور اور عرصہ دراز سے ثمر حیات (اولاد) سے محروم ہوں تو تو کلاً علی اللہ و نشاط زندگی، کو دودقتہ پندرہ یوم تک لگا تار استعمال کریں۔ اور میرے مولا کی شان کا تباشہ دیکھیں۔ شراب۔ افیون۔ اور دیگر نشہ کے عادی ماشار اللہ اسکی تھوڑی خوراک سے نجات حاصل کر سکتے ہیں۔

اس میں کوئی منشی چیز نہیں ہے۔ اور نہ کسی مذہب کے برخلاف کوئی چیز شامل ہے۔

قیمت تین روپیہ بارہ آنے سے فی شیشی ہے
۲ بکس کی قیمت سات روپیہ معہ ہے۔ اپنا پتہ نہایت ہی صاف اور خوشخط تحریر فرماویں۔

المشا ترہ

حکیم مولوی محمد خلیل الرحمن معالج امراؤ مہستم و واخانہ چشمہ رشتفا

بہیمرہ۔ ضلع شاہ پور (پنجاب)

ہیکو مجموعہ قسم اول نمبر ۹۵

اسکی خوشبو بہایت ہی اعلیٰ درجہ کی پائیدار ہے ایک قطرہ پوشاک کو ایک دفعہ لگانے سے کئی دن تک اسکی خوشبو رہتی ہے دل و دماغ کو نہایت ہی تقویت دیتا ہے تمام دنیا بھر میں یہ ایک عجیب چیز ہے خواہ کیسی بھی غمزدہ انسان ہوا اسکے لگانے سے تمام دن خوش و خرم رہیگا۔
فی شیشی کلاں ۲۴ قطرہ دس روپیہ (ع) خور و شیشی ۱۹۰ قطرہ پانچ روپیہ (ص) ساط
شیشی بند سے کم نہ روانہ ہوگا۔ ڈاک خرچ سوازی آٹھ آنہ ۸۲ مرا

روح سدا دل بہار نمبر ۸۶

یہ روح دہنوں کے کپڑوں میں لگانے کیلئے نہایت ہی عمدہ اور پائیدار خوشبو ہے اسکی خوشبو ہر منٹ کے بعد کئی قسم کے پھولوں کی خوشبو کی طرح بدلتی رہتی ہے۔ ایک مرتبہ کے لگانے سے ہفتہ بھر خوشبو رہتی ہے۔ اگر صابن سے کپڑا دھوا جائے۔ تو بھی خوشبو بچاں رہتی ہے۔ اس کے لگانے سے پوشاک پر کسی قسم کا دھبہ وغیرہ نہیں لگتا۔
قسم اول فی شیشی فیتولہ پانچ روپیہ قسم دوم چار روپیہ فی تولہ

خوشبودار تیل بنانے کا طریقہ

دو بوند ہیکو مجموعہ قسم اول کی لیکر پاؤ بھر خاص سفید تلی کے تیل یا ندیل کے تیل میں ملانے سے عمدہ تیل تیار ہو جائے گا۔ جو بازار سے بیس روپیہ سیر کے حساب پر دستیاب نہ ہو سکیگا اور کوئی شخص اسکی خوشبو میں یہ تیز نہیں کر سکتا کہ آیا یہ تیل سے یا عطر لگایا ہو اسے اسکی خوشبو نہایت دلپند ہوگی جو ایک دفعہ لگانے چار پانچ روز تک قائم رہیگی اگر نکل کر نامو تو رتن جوت ایک تولہ ملا کر دھوپ میں رکھ دیں۔ چند گھنٹے بعد اس کو صاف کر کے صاف شیشی میں محفوظ رکھیں۔ المستشرق

اسے ڈی چشتی۔ کینڑی بھڑہ۔ ضلع ستاہ پور و بنگال